مسلسل اشاعت کے چھپن سال

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

671-672 / ذی الحجہ و محرم ۱۴۴۲، ۱۴۴۳ھ جولائی، اگست ۲۰۲۱

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

بانی: مولانا سمیع الحق شہید رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست اعلیٰ: مولانا انوار الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر 56

شمارہ نمبر 11-10

ذی الحجہ محرم ۱۴۴۲/۴۳ھ

جولائی، اگست ۲۰۲۱ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

معاون مدیر: محمد اسلام حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: امارت اسلامی افغانستان کی دنیا کی عالمی استعماری قوتوں کو شکست۔ ناظم ماہنامہ ''الحق'' الحاج محمد نثارؒ کی رحلت۔ جہاد افغانستان، فتح مبین اور امارت اسلامی کی بحالی ...... مولانا راشد الحق ۲
- امیر المومنین ملا محمد عمرؒ سے ملاقات کی تقریب (قندھار کے استقبالیہ تقریب میں مولانا شہید کا خطاب) ...... ادارہ ۱۳
- تحریک طالبان کا پہلا مثالی اسلامی دور حکومت: مشاہدات، تاثرات ...... حضرت مولانا انوار الحق ۲۰
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری ...... مولانا عرفان الحق حقانی ۲۶
- پندرہویں صدی میں اسلام کا اعجاز: طالبان دو سپر پاورز کے فاتحین ...... حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ۳۱
- فلسفہ اجتہاد ...... بیرسٹر ظفر اللہ خان ۳۷
- نام نہاد اسکالروں کا فتنہ فہم حدیث ...... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۴۵
- دیار خلافت (ترکی) کا سفر شوق ...... (قسط ۳) ...... مولانا ڈاکٹر قاسم محمود ۵۳
- افکار و تاثرات ...... (مولانا سید سلمان ندوی، مفتی محمد وہاب منگلوری) ...... ادارہ ۵۸
- دارالعلوم کے شب و روز ...... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۹
- تعارف و تبصرہ کتب ...... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۳

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: +92 923 -630435 فیکس نمبر +92 923 -630922

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40 روپے۔ سالانہ -/400 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا راشد الحق، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ اردو بازار پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

مولانا راشد الحق سمیع
مدیر "الحق"

امارت اسلامی افغانستان کی دنیا کی عالمی استعماری قوتوں کو شکست

اسلام پسندوں اور امام الشہداء مولانا سمیع الحقؒ کے نظریہ کی جیت

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ (البقرۃ: ۲۴۹)

الحمدللہ! قندہار کے ریگزاروں اور احمد شاہ ابدالیؒ کے دیس سے جو کاروان دعوت وعزیمت و قافلہ سخت جاں ایک طویل اور تھکا دینے والے خاک وخون سے آلودہ سفر و انتظار کے بعد بالآخر تمام رکاوٹوں اور گھاٹیوں کو عبور کرتا ہوا نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ میدان جنگ کی فتح کے ساتھ ساتھ دوحہ قطر میں مذاکرات کی بچھی بساط بھی فتح کر گیا اور آخرکار فرح و انبساط کی وہ گھڑی آ پہنچی جس کا امت مسلمہ کو مدتوں سے انتظار تھا اور جس خوشخبری کو سننے کے لئے کان بیتاب اور طالبان کی فتح وامریکیوں کی شکست کے مناظر دیکھنے کے لئے آنکھیں بیس برس سے ترستی تھیں۔

۱۵ راگست ۲۰۲۱ عالم اسلام کیلئے فتح مبین کے طور پر صدیوں تک یاد رکھا جائے گا کہ عہد حاضر کی تنہا سپر پاور امریکہ، نیٹو اپنے اس حریف کے سامنے شکست و ریخت کے بوجھ کے باعث بیٹھنے اور جھکنے پر مجبور ہو گیا تھا جو اس کی نظر اور بظاہر اسباب کی دنیا میں بے سروسامان اور فوجی وعسکری لحاظ سے نہایت کمزور تھے، اسی لئے تو نائن الیون کے بعد امریکی سابق صدر بش (ابرہہ وقت) نے طاقت کے زعم میں نہتے طالبان (لشکر محمدیؐ) کو دھمکی دی تھی کہ تمہیں اپنے پچاس سے زائد اتحادی ممالک نیٹو وغیرہ کے ذریعے ہم پتھر کے زمانے میں پہنچا دیں گے لیکن آج وہ خود کسی پتھر کے بت کی طرح ذلت ورسوائی اور شکست فاش کے باعث چپ سادھ لئے تحریک طالبان کے سامنے پہلے مذاکرات کی میز پر ہارا اور پھر میدان جنگ میں بھی رات کے اندھیروں میں بگرام ایئر بیس سے دم دبا کر بھاگ گیا، نائن الیون کے فوراً بعد افغان جنگ کی شروعات میں اس نے مغربی ممالک کی ہمدردیاں حاصل کرنے کیلئے صلیبی جنگوں کا متعصبانہ نعرہ بھی لگایا اور پھر عملاً امریکہ نے بیس سال تک صلیبی جنگوں والی حکمت عملی، متعصبانہ نظریہ اور جدید فوجی ٹیکنالوجی بھی مسلمانوں اور خصوصاً افغانیوں کے خلاف خوب استعمال کی لیکن انہوں نے ماضی میں بھی مسلمانوں سے صلیبی جنگوں میں شکست کھائی تھی اور اب بھی الحمدللہ

امارت اسلامی افغانستان نے انہیں نئی صلیبی جنگ میں عبرتناک شکست سے دوچار کردیا ہے۔بقول سابق امریکی صدر ٹرمپ کے کہ امریکیوں کو تاریخ کی سب سے بڑی شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے اور نیٹو اور یورپی یونین کے سربراہوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ امریکہ اور نیٹو کو طالبان کے ہاتھوں تاریخی ہزیمت اٹھانی پڑی ہے۔برطانیہ،جرمنی وغیرہ تو امریکہ پر کھل کر برس رہے ہیں کہ امریکہ کی پالیسیوں ، دوحہ مذاکرات میں اس کے غلط فیصلوں اور افغانستان سے فوری انخلاء کے باعث ہماری بیس سالہ محنت ضائع ہوگئی ہے اور الحمدللہ طالبان پہلے سے زیادہ قوت کیساتھ تخت کابل پر براجمان ہوگئے ہیں وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (ال عمران:۱۳۹)

۲۹ فروری ۲۰۲۰ء کو قطر کے ریگستانوں میں ایک نئی تاریخ رقم ہورہی تھی،ایسی روشن تاریخ جس کی روشنائی خون شہداء سے بنائی ہوئی تھی،قندہار وہلمند کے نوجوانوں کے گرم خون سے لے کر اکوڑہ خٹک کے ۸۲ سالہ بوڑھے شیخ ''فادر آف طالبان'' حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خون جگر کے نقش سمیت اس میں ان کی خونِ شہ رگ تک شامل تھی،فتح ونصرت کا یہ معاہدہ نوید گلستاں بن کر ریت کے ریگزاروں کے دیس سے لیکر کرۂ ارض کے ذرے ذرے تک پھیل گیا اور بانگ دہل یہ پیغام دے رہا تھا کہ اگر اہل ایماں تھوڑے بھی ہوں،ان کے پاس اسباب وسائل کم بلکہ کالعدم بھی ہوں اور اوپر سے مسلم حکمرانوں کا ساتھ بھی نہ ہو تب بھی جذبہ ایمانی ،توکل علی اللہ اور جذبہ جہاد سے فضائے بدر پیدا کی جاسکتی ہے۔آج جہاں مجاہدین کی تاریخی فتح کی خوشی محسوس ہورہی ہے وہیں اس موقع پر اپنے عظیم والد اور مظلوم شہید رحمہ اللہ کی زندگی کی تمام تر جدوجہد اور خصوصاً مجاہدین و ''طالبان'' کی ترجمانی،طویل مذاکراتی وسیاسی زندگی کا ایک ایک لمحہ آنکھوں کے سامنے گزر رہا ہے، اسی طرح حضرت والد شہیدؒ کے دیرینہ جگری،فکری ساتھی استاد المجاہدین شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ نوراللہ مرقدہ کی پرخلوص کاوشیں،دعائیں، جذبہ اور حضرت والد صاحب شہیدؒ سے وقتاً فوقتاً ''طالبان تحریک'' کی جدوجہد کے سلسلے میں ان کی مشاورت بھی کانوں میں گونج رہی ہے ،آج اگر آپ دونوں حضرات اور امیر المومنین ملا محمد عمر نوراللہ مرقدہ اور عظیم جرنیل مولانا جلال الدین حقانیؒ وغیرہ دنیا میں حیات ہوتے تو اپنے قابل فخر حقانی شاگردوں ومجاہدین کی فتح ونصرت کا یہ عظیم معرکہ و''معجزہ'' دیکھتے تو کتنے فرحاں و مسرور ہوتے۔۱۴؍اگست کی رات جب اکوڑہ خٹک میں بارش زوروں پر تھی تو آدھی رات کو بھیگی آنکھوں کے ساتھ مقبرہ حقانیہ جاکر اپنے عظیم دادا شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ اور اپنے شہید والد رحمہ اللہ کی قبروں پر جاکر انہیں مبارکباد پیش کی

کہ آپکے شاگردوں اور روحانی فرزندوں نے آپ کے دیئے ہوئے ''حقانی'' نام کی نہ صرف لاج قائم رکھی بلکہ اس تاریخی فتح اور آپ کے دیئے ہوئے نظریہ خودداری وحمیت کو دنیا کے ماتھے پر پھر سے ثبت کرادیا۔ حقانی فضلاء نے قافلہ حریت کے سرخیل حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے اس تسلسل کو قائم و دائم رکھا جب ان نفوس قدسیہ نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مقام پر اُس وقت کے ظالم و جابر استعماری قوتوں کے خلاف نہ صرف جدوجہد کی بلکہ اپنے خون کا نذرانہ دے کر اس وادی حریت اور گلشن نبوتؐ کی آبیاری اور تخم ریزی کی پھر دارالعلوم حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہؒ اوران کے شاگردوں، تحریک طالبان اور خصوصاً ''حقانی نیٹ ورک'' کے غازیوں نے پہلے روس جیسی سپر طاقت کو شکست سے دوچار کیا اوراب الحمدللہ دوسری سپر پاور امریکہ ونیٹو اوران کے ہمنوا عالم کفر کی تمام افواج اور عہد جدید کے جبر وطاغوت کے لات ومنات کے بتوں کو اپنی ایمانی قوت سے پاش پاش کردیا۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

بھگوڑے سابق افغان صدر اشرف غنی نے ۱۵؍اگست کی شکست اور بھاگنے سے دو ہفتے قبل کابل کے شاہی محل میں متکبرانہ وتحقیرانہ انداز میں اپنی تقریر میں یہ بڑک ماری تھی کہ ''اکوڑہ خٹک کے مدرسہ حقانیہ کواب افغانستان کے مستقبل کا تعین کرنے کی اجازت نہیں دیں گے اور مولانا سمیع الحق کے بیٹے کا افغانستان کے مسائل میں مداخلت ہمیں منظور نہیں۔'' اس بیان اور بکواس کے کچھ دن بعد ہی الحمدللہ ثم الحمدللہ جامعہ حقانیہ امام الشہداء مولانا سمیع الحقؒ ''فادر آف طالبان'' کی روحانی اولاد اس کے شاہی محل میں براجمان ہوگئی ہے اور خیر سے مرکزی شوریٰ کے اہم رہنما مولانا شہاب الدین دلاور حقانی، مولانا عبدالحکیم حقانی، مولانا عبدالباقی حقانی (وزیر تعلیم)، مولانا خلیل الرحمن حقانی، مولانا انس حقانی، مولانا سراج الدین حقانی (نائب امیرالمؤمنین افغانستان)، مولانا عبدالقدیر حقانی (گورنر اسٹیٹ بینک افغانستان)، مولانا نورمحمد ثاقب حقانی (سابق چیف جسٹس آف افغانستان) مولوی کبیر حقانی، مولانا امیر خان متقی، مولانا مسلم حقانی اور دیگر ہزاروں فرزندان حقانی وعلمائے ربانی اسی تخت کابل وشاہی محل سے افغانستان کے مستقبل کی حکومت، خدوخال اور منشور مرتب کرارہے ہیں۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے جنہیں تونے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
شہادت ہے مقصود ومطلوب مومن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

ناظم ماہنامہ ''الحق'' الحاج محمد نثارؒ کی رحلت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شہید ناموس رسالتؐ مولانا سمیع الحقؒ کے خصوصی خادم ماہنامہ ''الحق'' کے ناظم دفتر حاجی محمد نثار مرحوم بھی اس دار فانی سے بروز منگل ۶ رجولائی ۲۰۲۱ء بمطابق ۲۴ ذیقعدہ ۱۴۴۲ھ رحلت فرما گئے ،انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ناظم صاحب مرحوم تقریباً تیس سال سے زائد عرصہ تک میرے رفیق کار رہے،''الحق''، ''موتمرالمصنفین ''، دارالعلوم اور حقانی خاندان کے لئے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں ۔یوں سمجھئے کہ مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے کہ آپ کے بچھڑنے سے گویا میرا دایاں بازو ٹوٹ گیا ہے۔آپ بزم ''الحق'' کے پرانے سلسلوں کے روشن اور ماضی کے یادگار چراغوں میں سے آخری نشانی بچے تھے،اس سے قبل حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحبؒ،جناب شفیق الدین فاروقی صاحبؒ اور سب سے بڑھ کر حضرت والدصاحب شہیدؒ آہستہ آہستہ اس بزم کی رونقوں کو ماند کرگئے تھے۔ایک نثار بھائی اور بابرحنیف صاحب باقی تھے (آخر الذکر کو اللہ تعالیٰ لمبی عمر عطا فرمائے) باقی نثار مرحوم کی جدائی نے سارے پرانے زخم بھی تازہ کردیئے۔ داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی اک شمع رہ گئی تھی سووہ بھی خموش ہے

آپ کاتقرر جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ۱۹۸۷ء میں ہوا اورتقریباً چارعشروں تک آپ نے اپنی متنوع خدمات سرانجام دیں، دارالعلوم حقانیہ اور خانوادہ حقانی کے ہمیشہ وفادار رہے آخرتک دارالعلوم میں اپنے معمولات میں مصروف عمل رہے۔صرف ایک دن پہلے معمولی تکلیف محسوس کی لیکن پھربھی بیماری کے باوجوداپنے بیٹے طلحہ سے کہاکہ میری طبیعت خراب ہے لیکن کل ''رسالہ'' پریس لے جانا ہے اورتم میرے ساتھ پشاور جاؤ گے کیونکہ مجھے کمزوری محسوس ہورہی ہے پھر رات کوتکلیف بڑھ گئی اورصبح آٹھ بجے طبیعت زیادہ بگڑنے پر انہیں ہسپتال لے جایا گیااوراس دوران آپ مسلسل ذکرواذکار کرتے رہے اور کچھ ہی لمحوں میں جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ دارالعلوم کی جامع مسجد میں نمازعصر کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم (دیرباباجی) کی امامت میں ہزاروں طلباومشائخ نے انکی نماز جنازہ ادا کی اور بعد ازاں حضرت مولانا انوارالحق صاحب نے انکے آبائی گاؤں شیدو میں دوبارہ نماز جنازہ پڑھایا،قبر پر حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب،مولانا حامدالحق حقانی صاحب نے تعزیتی تقاریر فرمائیں،مغرب کے وقت ان کوقبر میں اتارااوریوں صدق ووفا کاایک یادگارباب بھی بند ہوگیا۔

جہادِ افغانستان، فتح مبین اور امارت اسلامی کی بحالی

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ایک یادگار تحریر

اَبد سے اس کارزارِ ہستی وکائنات میں حق وباطل کے درمیان جہاد اور کشمکش جاری ہے اور تا صبح قیامت یونہی معرکہ، خیروشر کے میدان سجتے رہیں گے اور خون شہیداں کے مقدس چھینٹوں سے اسلام کے عظیم پرچم کی رنگینی بڑھتی چلی جائے گی۔ فرزندان توحید کے خلاف کفر کا اعلان جنگ محسن انسانیت، رحمت اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بہت پہلے شروع ہوگیا تھا۔ قرآن مجید اور قدیم تاریخ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے خلاف کی گئی جنگوں سے بھری پڑی ہے۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوۃ والسلام اور دیگر درجنوں معزز انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اس میدانِ کارزار کے اولین سپاہی اور جرنیل تھے۔ اور جن کی پیہم کاوشوں اور قربانیوں کے نتیجے میں اسلام کی روشن مشعل، شمع حق اور چراغ مصطفوی، شرار بولہبی کی زہریلی ہواؤں کے باوجود اور حوادثاتِ زمانہ اور کفر کی بھرپور سازشوں کے بادِسموم کے باوجود خونِ حق کے تیل سے نہ صرف جلتی رہی بلکہ آج پہلے سے زیادہ پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز و رونق افزا ہے۔ پھر اس کے بعد اسلام کی درخشاں داستاں میں مسلمانوں کے مہا بہادر اور عظیم جہادی کمانڈر، اسلام کی آبرو، انسانیت کی معراج، دانائے راز، امن وآشتی کے پیکر، امین صادق، مولائے کُل، ختم الرسل، فقیر منش شہنشاہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ترین خون سے اس کی بہادری وشجاعت وعظمت کے ایسے عناوین رقم کئے کہ اسلام کی دعوت و جہاد کی برکت سے اب رہتی دنیا تک مسلمان ومحکوم قومیں ہدایت ورہنمائی حاصل کرتی رہیں گی۔

اسلام کی ابتدائی جنگوں میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرامؓ کے ایثار و قربانی کی اکثر روایات سے آج امتِ مسلمہ آگاہ ہے۔ بخاری شریف کی ''کتاب المغازی'' اور دیگر صحاح ستہ کے اہم ابواب مثلاً ''کتاب الجہاد'' وغیرہ ان غزوات پر شاہد ہیں اور اسی طرح اسلام کے ابتدائی زمانوں کے چھوٹے سے چھوٹے معرکے اور جنگی جھڑپ کی داستان سے بھی آج امت مسلمہ کا ایک ایک فرد کسی نہ کسی طور سے آشنا ہے۔ اس طرح صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک کے بعد مسلم سلاطین کی قیادتوں میں لڑی گئی اکثر جنگوں اور جہادی کاروائیوں اور روداد سے اسلامی تاریخ کا ایک ضخیم حصہ مالا

مال ہے۔مثلاً علامہ واقدی کی "فتوح الشام" "فتوح العراق"، "فتح العجم" اور "المغازی النبویہ" وغیرہ اسی سلسلۃ الذہب کی اہم کڑیاں ہیں جبکہ ان ادوار میں موجودہ اور قدیم ابلاغی ذرائع ڈاک کا نظام' ٹیلی گرام' ٹیلی فون' ٹی وی' ریڈیو' موبائل' انٹرنیٹ اور اخبارات وغیرہ کا نام ونشان بھی نہیں تھا مگر معجزاتی طور پر صحابہ تابعین کے ہاتھوں یہ ساری جنگی روئیدادیں مرتب ومحفوظ ہوئیں۔

اسی طرح معرکہ قادسیہ مصروشام فتوحات اندلس وخراسان' محمد بن قاسم' صلاح الدین ایوبی' فتوحات غزنوی وابدالی' ٹیپو سلطان کا معرکہ سرنگاپٹم' حضرت شاہ اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید کے کاروانِ دعوت وعزیمت، ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی' معرکہ پانی پت وشاملی' تحریک ریشمی رومال' تحریک پاکستان اور دیگر چھوٹی بڑی تحریکات اور جہادی کاروائیوں سے بھی تاریخ کے اوراق مزین ہیں لیکن افغانستان کا عظیم جہاد جو روس جیسی سپر طاقت سوویت یونین کے خلاف لڑا گیا اور فتح یاب ہوا جو کہ بجا طور پر ام المعارک اور الملحمۃ الکبریٰ کہلانے کا مستحق ہوا۔جس کے نتیجے میں سوشلزم کی سیاسی' نظریاتی اور اقتصادی تحریک کے پرخچے اڑا دیے گئے' عیسائی مشرقی یورپ سمیت متعدد وسط ایشیائی مقبوضہ مسلم ممالک بھی غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوگئے اور جرمنی میں نفرت کی علامت دیوار برلن تک کو گرادیا گیا' یہ معجزے' فتوحات جغرافیائی تبدیلیاں اور سوویت یونین کی شکست اوراب دنیا کے واحد سپر پاور ہونے کے گھمنڈ میں مبتلا امریکی اوراس کے حواری موالی نیٹو افواج کی پسپائی محض ٹیکنالوجی' فوجی برتری وسازوسامان کی زیادتی کی بنا پر نہیں ہوئی بلکہ یہ مردانِ خودآگاہ وخدا مست مجاہدین کی قلندرانہ فلک شگاف نعرۂ ہائے تکبیر کی ہیبت سے ہوا جس سے کفار مکہ کے شقی قلوب ہی نہیں بلکہ وہاں کے بلند وبالا پہاڑوں کے سینے تک شق ہوگئے تھے' ان مردانِ حق کی تکبیر مسلسل' سوزوسازِ رومی' پیچ وتاب رازیؒ' ایمانی حرارت' لشکر اسلام کی تیغ جگر داری وخودداری اور بے پروبال پراگندہ حال افغان مجاہدوں کی پیہم اذانِ بلالی سے بالآخر کفر کے شبستان لرز گئے اور آخر کار اس ضربِ مومن کے نتیجہ میں کفر کے ہردو آہنی قلعے (روس اورامریکہ) زمین بوس اور ریزہ ریزہ ہوکر ٹوٹ گئے۔ ع کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

یہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا کارنامہ اور مسلمانوں کی درخشاں تاریخ کا ایک ایسا نیا باب رقم کیا گیا کہ اس فتح کے موضوع پر لائبریریاں بھر جانی چاہیے تھیں لیکن وہی مسلمانوں کا روایتی تکاسل یا اپنی قربانیوں کو نمود وریا کے تمام آلائشوں سے بچا کر رکھنے کا جذبہء للٰہیت واخلاص ان واقعات کو کما حقہ قلمبند اور مرتب نہ کیا جاسکا کہ اصل توجہ عملی جہاد پر رہی اور قلم وکتاب ثانوی رہے۔چنانچہ اس عظیم

تینتیس (۳۳) سالہ جہاد کی تفصیلی رپورٹس اور منظم ومفصل باقاعدہ تاریخ عالم اسلام کے مورخوں، دانشوروں، اداروں اور صحافیوں نے اس شان سے مرتب نہیں کی جس کی بہت زیادہ ضرورت واہمیت تھی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ افغانستان کے اس عظیم جہاد پر عالم اسلام سے اب تک ہزاروں ضخیم کتابیں شائع ہوچکی ہوتیں اگر کچھ ہوئیں بھی تو ماسوائے معدودے چند کتابوں کے آج ہمارے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر طرفہ تماشہ یہ کہ عالم اسلام 'مشرق سے زیادہ مغرب کے دانشوروں نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے اس پر ہم سے زیادہ کتابیں انگریزی میں شائع کی ہیں اور اس طرح اپنے مخصوص نقطہ نظر کو ترویج دینے کیلئے انہوں نے اس اسلامی جہاد کے متعلق فرضی و افسانوی فلمیں تک بناڈالیں اور مسلمانوں کے اس عظیم محیر العقول کارنامے کو اپنے کھاتے اور جھولی میں ڈالنا چاہا اوراس طرح یہ تاثر دینا چاہا کہ یہ تاریخی فتح دراصل امریکہ کی ٹیکنالوجی کی طفیل ہی مسلمانوں نے حاصل کی۔ اگر اس بے جان مفروضے میں جان ہوتی تو پھر بعد میں طالبان کے خلاف جاری گیارہ سالہ جنگ جس میں امریکہ کے ہمراہ نیٹو کے پچاس کے لگ بھگ ممالک بھی جدید ترین ہتھیاروں اور جنگی ٹیکنالوجی سے مالا مال ہونے کے باوجود آج کیوں شکست وریخت سے دوچار وخوار ہیں؟ برصغیر میں برٹش سامراج کے خلاف دارالعلوم دیوبند کے مرکزی قائدانہ کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

الحمدللہ آج دارالعلوم حقانیہ پاکستان وافغانستان میں دیوبند ثانی کا صحیح مصداق ہے۔ دین کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس میں فرزندانِ حقانیہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیا ہو۔ جہاد افغانستان جو دارالعلوم حقانیہ کی دہلیز پر ہی ہورہا تھا' تو دارالعلوم اس شور قیامت سے کہاں غافل والگ رہ سکتا تھا' اور لالہ ہائے صحرائی وکوہستانی کے قافلوں کے استقبال اور مہمان نوازی سے کیسے رُک سکتا تھا؟ چنانچہ سوویت یونین کی آمد کے ساتھ ہی ''مکتبِ فکر وکرامت'' حقانیہ کے فیض یافتہ' آداب فرزندگی وشاگردی سے آراستہ اوراپنے شیخ کی فیضانِ نظر کے تربیت یافتہ حضرت مولانا جلال الدین حقانی اور حضرت مولانا یونس خالص حقانیؒ وغیرہ بانی دارالعلوم مردقلندر' شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کی تحریک اور دعاؤں سے اس عظیم معرکے میں مصروف عمل ہوگئے اور یہاں دارالعلوم میں جاری تدریسی فرائض اور سلسلہ لوح وقلم ترک کرکے اپنے وطن کی آزادی کی خاطر شمشیر وسنان کے جوہر دکھانے کیلئے دیوانہ وار آتش نمرود میں سنتِ ابراہیمؑ کی پیروی کرتے ہوئے کود پڑے' پھر اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ جہاد افغانستان کی مسلسل اخلاقی وسیاسی حمایت میں مگن ہوگئے۔ اُن کی دعائے نیم شبانہ وتب وتاب جاودانہ اور حمایت بے باکانہ انہی فرزندانِ

اسلام کے لئے مختص ہوگئیں۔خود راقم نے بھی وقت کے اس اہم ترین چیلنج پر تمام توجہات مرکوز کردیں اور اپنی تمام تر ناقص توانائیوں' پارلیمنٹ کے پلیٹ فارم پر اور سینٹ کے خارجہ کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے عالمی دوروں اور وہاں کے اعلیٰ کلیدی اداروں اور شخصیات سے دو ٹوک ڈائیلاگ اور بحث ومباحثے کیے۔جس کے کچھ نمونے اس کتاب میں عالمی دہشت گردی کے تعاقب کے عنوان سے شامل ہیں' جس کا سلسلہ عالمی میڈیا سے انٹرویوز اور مکالموں کی شکل میں آج تک جاری ہے اور بلامبالغہ دنیائے صحافت کے سینکڑوں شہرہ آفاق افراد سے یہ دوٹوک دفاعی مکالمے کی جنگ لڑی گئی' جس کا کچھ حصہ ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' نامی کتاب میں آچکا ہے۔مقدور بھران کوششوں کے علاوہ مجلّہ ''الحق'' کے ذریعہ بھی صحافتی میدان میں اس جہاد میں اپنا حصہ ڈالنے میں یکسو رہا' جس کی کچھ تفصیلات اس اکتیس سالہ جہاد کی ''الحق'' کی تمام فائلوں میں بکھری ہوئی ہیں۔افغانستان کی قانونی طالبان حکومت پر امریکی یلغار کے خلاف پوری قوم کو متحرک اور صف آراء کرانے کیلئے ۱۰ر جنوری ۲۰۰۱ء میں ''دفاع افغانستان کونسل'' کی شکل میں پورے ملک کے دینی اور سیاسی قوتوں کو ایک دفاعی لڑی میں پرو دیا گیا تھا (اور اب جبکہ امریکہ کھل کر پاکستان کے دروازوں کو توڑ کر اندر آنے اور ''حقانی نیٹ ورک'' کے بہانے کے نام پر جارحیت کرنا چاہتا ہے۔جس کی شروعات ایبٹ آباد اور مہمند ایجنسی کے واقعات سے ہوچکی ہے۔لہٰذا ایک بار پھر یہ کونسل ''دفاع پاکستان کونسل'' کی شکل میں منظم ہوکر برسرپیکار ہے اور دن رات اس عظیم جہاد کے ثمرات کو بارآور بنانے کیلئے تگ وتاز کررہی ہے)

احقر کچھ عرصہ جہادِ افغانستان کے محاذوں میں مصروف مجاہدین علماء وطلباء اور کمانڈروں سے جنگی رپورٹیں لکھوا کر ارسال کرنے کا اہتمام کراتا رہا اور یہ رپورٹیں مسلسل مجلّہ ''الحق'' میں شائع ہوتی رہیں۔چنانچہ شہیدوں کے عجیب وغریب ایمان افروز واقعات' غازیوں کی کامیابیوں کی روداد اور تجزیے دنیا کے سامنے آتے رہے۔لہٰذا زیرِ نظر جلد میں مجاہدین مشاہیر کے خطوط کے ہمراہ اُس عظیم جہادی دور کا بہت سا بکھرا ہوا مواد' محاذِ جنگ کی رپورٹس اور بطور نمونہ کچھ حقانی شہداء کے اسمائے گرامی اور اُن کا مختصر تعارف بھی شامل اشاعت کردیا گیا ہے جبکہ اصل تعداد ہزاروں میں ہے' پھر ۱۹۹۶ء میں تحریک طالبان جو افغان جہاد کے مقاصد سے منحرف ہونے والے لیڈروں کے خلاف ایک اصلاحی پُرامن تحریک کے طور پر ابھری تو ہم سب کو پورے زور وشور سے اس کی پشت پناہی کے لئے کھڑا ہونا پڑا' دارالعلوم اس کا مجلّہ ''الحق'' اور ہمارے سیاسی پلیٹ فارم جمعیۃ علماء اسلام نے ان کی

تائید وتشہید اور دفاع کو دین وملت اور وقت کا تقاضا سمجھا اور الحمدللہ فرزند عزیز راشد الحق سلمہ نے بھی اپنے قلم وقرطاس اور صحافتی تقاضوں وذمہ داریوں کے ذریعے ان سولہ برسوں میں "الحق" واخبارات کے کالمز کے ذریعہ مسلسل صحافتی میدان میں مجاہدین وطالبان کی حمایت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔تحریک طالبان کے عروج وزوال کی داستانِ دلخراش اور پھر بعد میں امریکی استعمار کے خلاف جاری مزاحمت وآزادی کی دستیاب کاروائیوں وحقائق کو بھی یکجا کردیا گیا ہے گویا اس جلد میں تمیں سالہ افغان جہاد میں جامعہ حقانیہ اوراس کے عظیم بانی اوراس کے غیور فضلاء علماء اور شاگردوں کا جہاد افغانستان سے تعلق کواجاگر کیا گیا ہے پھر ہمارے سامنے اصحاب صفہ کے صحابہ کرام اور حضرت امام ابن تیمیہؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ولولہ انگیز شخصیات تھیں جو قال اللہ اور قال الرسولؐ کی تدریس اور تصنیف وتالیف کے مشغلے اور سیاست کے اتار چڑھاؤ کیساتھ ساتھ جہاد کیلئے بھی اپنے قول وعمل سے خلق خدا میں شعور ووجدان کے جذبے اُبھار رہے تھے۔تحدیث نعمت کے طور پر روس کے خلاف بھی جہادِ افغانستان میں دارالعلوم حقانیہ نے ایک ایسا مثالی کردار ادا کیا جس کا اعتراف آج کرۂ ارض کا ایک ایک ملک' ایک ایک ادارہ اور خود امریکہ ومغرب سمیت پورا عالم کفر بھی اچھے یا برے الفاظ اور پروپیگنڈے کی صورت میں کررہا ہے، اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے کی گئی کوششوں اوراپنے کردار پر کفر کی جانب سے لومتہ لائم پر ہمیں کوئی شرمندگی، کوئی خجالت اور کسی بھی نقصان اور خطرے واندیشہ ہائے غرق وحرق کی پروانہیں۔خود روس نے اُس وقت پاکستان کے نقشے میں دارالعلوم حقانیہ کے محل وقوع پر سرخ نشان کھینچا تھا کہ یہی وہ تعلیمی وروحانی اور سیاسی چھاؤنی ادارہ ہے جہاں سے مجاہدین کی روحانی وفکری تربیت ہوتی ہے۔اسی طرح اُس وقت کے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے بھی قوم سے خطاب کرتے ہوئے ان الفاظ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ اوراس احقر کے کردار پر خراج تحسین اور اعتراف عظمت وکمال ان الفاظ میں کیا: "افغانستان اور پاکستان کے ممتاز علماء اور رہنماؤں خصوصاً اکوڑہ خٹک کے مولانا عبدالحق مرحوم کے (جہاد افغانستان میں) کردار کوخراج تحسین پیش کرتا ہوں ان کی تقلید میں ان کے صاحبزادے (مولانا سمیع الحق) کی خدمات بھی لائق تحسین ہیں۔"

(ٹی وی اور ریڈیو پر قوم سے خطاب ۵ مئی ۱۹۹۲ء ساڑھے سات بجے شام)

حقانی فرزندوں نے ستائش وتمنا کی صلہ کی پروا کئے بغیر مال غنیمت کے حصول سے مستغنی ہوکر

اور کشور کشائی سے کوسوں دور صرف اور صرف جذبہء ایثار و قربانی اور شوقِ شہادت میں جہادِ افغانستان کے پچھلے اور حالیہ جہاد کیلئے اپنے خونِ جگر سے ایسی ایسی بہادری کی داستانیں رقم کی ہیں کہ جنہیں دیکھ کر خیرالقرون کی یادیں تازہ ہوجاتی ہیں۔ سپر کلیساوقت کا طاغوت، عہد جدید کا فرعون اور نارِ نمرود کا علمبردار امریکہ اور اس دجالی قافلے کے شریکِ جرم اور سیاہ ابلیس نیٹو ممالک اسی لئے اپنی تمام شکست و ریخت کا ملبہ حقانیہ کے ایک فرزند رشید مولانا جلال الدین حقانی اور اس کے بہادر خانوادہ کے فرزندوں اور طالبان و افغان مجاہدین پر ڈال رہے ہیں اور قول و عمل سے علامہ اقبال کے اس الہامی شعر

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج — مُلّا کو اُن کے کوہ و دمن سے نکال دو

کی تصدیق کررہے ہیں اور آج اِسی لئے عہدِ حاضر کے درودیوار اور میڈیا ''حقانی نیٹ ورک'' کی کامیابیوں کی صداؤں سے گونج رہے ہیں اور راقم جیسے ناتواں سے بھی افغانستان کے حقانیوں سے امن مذاکرات اور صلح کیلئے رابطے کررہے ہیں کہ کسی طرح افغانستان سے نکلنے کا محفوظ راستہ نکالا جائے ۔ ایک حقیقت تو دنیا پر واشگاف ہوگئی ہے کہ حقانی کبھی شکست نہیں کھا سکتے اور نہ کبھی مٹ سکتے ہیں نہ مرسکتے ہیں نہ فنا کے گھاٹ اتر سکتے ہیں کیونکہ حقانی کے معانی حق و صداقت کے ہیں اور اس بحرِ ہستی کی سطح پر حق و صداقت کا سفینہ ہمیشہ رواں دواں رہے گا ۔ نہ اس کیلئے غرقابی ہے نہ اس کیلئے بادِ فنا' نہ اسکے راستے میں طوفاں حائل ہوسکتے ہیں نہ یہ مشکلات کے بھنور میں پھنس سکتا ہے کیونکہ خود خداوند اس کے ناخدا ہیں ۔

کاش! میرے لئے ایسا ممکن ہوتا کہ اس افغان جہاد کی تاریخ دعوت و عزیمت کی روح پرور داستانِ صد ہزار رنج و اَلم اور لاکھوں خونِ شہیداں کے ذکر سے رنگین اس جلد کا مقدمہ اپنے خونِ جگر سے لکھ پاتا اور اُن بے کس، بے گوروکفن مظلوم لاشوں کا نوحہ و مرثیہ میرو انیس و دبیر کی طرح پیش کرسکتا اور اپنے مجروح دل و دماغ اور سوختہ جان وتن کے مقتل میں ان تیس برسوں کے جہاد کے دوران مختلف موقعوں پر صدموں، حادثوں اور عارضی شکستوں نے جو قیامتیں ڈھائی ہیں ان داغوں کی بھی کچھ تصویر کشی یا زخموں کی کچھ نقاب کشائی صفحۂ قرطاس کی زینت بنا سکتا لیکن مجھ میں ایسا کرنے کی تاب نہیں کہ

مرادردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد — وگردم درکشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

پھر افغانستان و پاکستان کے قبائل کے لق و دق صحرا اور سرسبز کوہ بیاباں میں ان لاکھوں شہیدوں کی قبروں کی تعداد بھی گنوا سکتا جن پر نہ کوئی شمع جلائی گئی' نہ کبھی کوئی سوگوار و غمگسار پہنچا اور اُن ٹوٹے

کتبوں سے بھی کچھ گمنام سپاہیوں کے نام بتلا سکتا اور بوسیدہ قبروں پر پھڑ پھڑاتے خستہ (روایتی رواج کے مطابق) جھنڈوں کی پھڑ پھڑاہٹ میں دُکھ بھری روسی وامریکی مظالم کی داستاں بھی سنا سکتا۔ لیکن صحافت وادب کے ہنر سے نا آشنا اپنی ناتواں نگار نگار انگلیاں جہاد افغانستان کے شایان شان یہ مقدمہ جو کہ ایک طرح کا کتبہ بھی ہے نہ سلیقے سے لکھ سکا نہ تراش سکا، اس کے لئے تو علامہ واقدی جیسے مورخ، نسیم حجازی جیسا افسانوی قلم اور شاعرِ اسلام اور افغان قوم کی شجاعت و بہادری کے مداح علامہ اقبال اور شاہنامہ اسلام کے حفیظ جالندھریؒ جیسے الہامی شاعر و مورخ کی ضرورت تھی۔ یہاں یہ چند صفحات جو دراصل قلبِ حزیں کی قاشیں ہیں بطور تبرک اور بطور ایک "سلطانی گواہ" کے پیش کی جارہی ہیں کہ شاید یہ مقدور بھر کوششیں ہی میدانِ حشر میں اپنے کچھ کام آسکیں اور اُن لاکھوں خوش نصیب شہیدوں، غازیوں اور اس جہاد کے معاونین اور حامیوں کی صفوں کے کسی کونوں کھدروں میں ہم جیسوں کو بھی کسی شمار و قطار میں جگہ مل سکے......

گلگونہ عارض ہے نہ ہے رنگِ حنا تو　　　اے خوں شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا

محکوم قوموں کو آزادی اوران کی بگڑی تقدیروں کو ایسے ہی مردانِ درویش اور خلعتِ افغانیت سے نوازے گئے شاہیں صفت، گلیم پوش نوجوان ہی سنوارا کرتے ہیں جو سلطاں کی درگاہ کی چوکھٹ اور بادشاہوں کی دہلیز سے کنارہ کش اور باغی رہتے ہیں۔ فتح وکامیابی کے چاند ستاروں پر کمندیں ہمیشہ فاقہ مست اور ٹوٹی ہوئی جوتیوں والے ہی ڈالا کرتے ہیں جن کی نگاہ بلند اور عقابی روحیں اسباب وسپاہ کی زیادتی پر نہیں بلکہ وہ اپنی جرأت مومنانہ اور خون کے نذرانوں سے فضائے بدر کا سماں پیدا کرتے ہیں۔ بہرحال مردِ میدانی، بندہ دہقانی اور مجاہد کوہستانی افغانیوں نے برطانوی سامراج، روسی طاغوت کے بت لات اور اکیسویں صدی میں عالم کفر کے سب سے بڑے امریکی بت "منات" اوراس کے نیو ورلڈ آرڈر اور نیٹو کے "سومنات" سمیت دنیا بھر کے چھوٹے بڑے بتوں کے نظاموں کو توڑ کر اور نئی صلیبی جنگ میں انہیں شکست و ریخت کے بعد ایک بار پھر ثابت کرادیا ہے کہ وہی عہد جدید کے محمود غزنویؒ فاتح سکندروذوالقرنینؒ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ شہاب الدین غوریؒ سلطان محمد فاتحؒ، احمد شاہ ابدالیؒ جمال الدین افغانیؒ، علامہ اقبالؒ کے تصوراتی "محراب گل" افغان کے حقیقی کردار اور ملا محمد عمر حفظہ اللہ تعالی کے جانشیں اسلام و ہلال کی آبرو اور فاتح زمانہ ثابت ہوئے ہیں......

افغان باقی کوہسار باقی　　　الحکم للہ ! الملك للہ!

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

ادارہ

امیر المؤمنین ملا محمد عمر سے ملاقات کی تقریب

(قندھار کے استقبالیہ تقریب میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا خطاب)

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے دورہ افغانستان (ستمبر ۱۹۹۶ء) کے دوران قندھار میں اپنے تلامذہ اور تحریک طالبان کے قائدین اور امیر المؤمنین حضرت ملا محمد عمرؒ کی موجودگی میں جو پُر اثر خطاب فرمایا تھا وہ نذر قارئین ہے۔

تحریک طالبان کی سپریم قیادت نے قندہار پہنچنے پر ۲۱ر اگست ۱۹۹۶ء صبح دس بجے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اوران کے وفد کے لئے ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا جس میں طالبان کے امیر المومنین ملا محمد عمر مدظلہ مرکزی قائدین پانچ صوبوں کے والی اور مجلس شوریٰ کے سپیکر مولانا محمد حسن ولایت قندہار کے والی مولانا محمد حسن حقانی رحمانی خارجہ امور کے انچارج ملا محمد غوث اور تحریک کے اکثر سرگرم رہنما موجود تھے تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا سمیع الحق نے حسب ذیل جامع اور اثر انگیز خطاب کیا:

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم۔بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم قال اللّٰہ تعالیٰ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (النور:۲۵)

عزت مآب امیر المومنین حضرت ملا محمد عمر صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور میرے بزرگو، طلباء کرام اور معزز بھائیو! بڑی جستجو اور تمنا کے بعد اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ میں اور میرے ساتھ علماء مشائخ اور پاکستان بھر سے کئی دانشور وکلاء اور صحافی حضرات یہاں پہنچے ایک ایسی سرزمین پر ہمیں سانس لینے کا موقع ملا ہے۔ جہاں پر اللہ تعالیٰ کا قرآن اور اسلامی نظام نافذ کرنے کا عمل جاری ہے۔ نیک اور صالح لوگوں سے ہمیں یہاں مل بیٹھنے کا موقع ملا ہے۔ یہ آزاد علاقہ ہے جہاں کسی بھی غیر ملکی قوت کا تسلط نہیں ہے بلکہ طالبان ہی اس نظام کو آگے چلا رہے ہیں۔

افغان قوم کی طویل اور صبر آزما جدوجہد مگر برکات واثرات سے مایوسی ومحرومی

طویل اور صبر آزما، جدوجہد کی جو جنگ افغان قوم نے لڑی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، ایک سپر طاقت کے خلاف جہاد کیا۔ ۱۵/ لاکھ مسلمانوں نے جان کا نذرانہ پیش کیا اور شہید ہوئے انہوں نے ایسی بے نظیر قربانی دی ہے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اس جدوجہد کا اس قوم کو بہترین ثمرہ ملنا چاہیے تھا۔ تمام عالم اسلام اس ثمرہ کا منتظر تھا اور ثمرہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ ملک میں نفاذ شریعت اور امن قائم ہوتا۔ یہاں اسلامی نظام کا منظر سامنے آتا اور اس کے اثرات تمام ملت پر مرتب ہوتے مگر ہوا کیا؟ اب جو ثمرہ آپکے سامنے ہے۔ اس سے تمام امت مسلمہ پریشان ہے۔ کہ قربانیاں کدھر گئیں؟ ۱۵/ لاکھ شہداء کی قربانی کے بعد پوری ملت ارشاد ربانی حَتّٰى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ (یوسف:۱۱۰) کی کیفیت میں مبتلا تھی کہ یا اللہ! اتنی قربانی کے بعد بھی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا اور اسلامی نظام نافذ نہیں ہوتا تو کیا بنے گا؟ دلوں میں درد وغم کی اک کیفیت تھی اور ایک اضطراب تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کو رحم آ ہی گیا اور طالبان کی صورت میں امید کی کرن پیدا ہوئی۔

جہاد افغانستان سے ہمارا دیرینہ تعلق

حضرات گرامی! جہاد افغانستان کے ساتھ ہمارا تعلق ابتداء سے ہے تمام دینی مدارس بالعموم اور دارالعلوم حقانیہ بالخصوص جہاد کے ساتھ وابستہ رہا ہے۔ میرے والد مرحوم ومغفور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ آخر دم تک جہاد کے ساتھ وابستہ رہے۔ تمام جہادی تنظیموں کے مجاہدین بلکہ صف اول کے کمانڈروں کی ایک کثیر تعداد کا تعلق جامعہ حقانیہ سے تھا۔ مولانا جلال الدین حقانی، مولانا محمد نبی محمدی، مولانا محمد یونس خالص وغیرہ یہ سب مولانا عبدالحقؒ کے شاگرد ہیں۔ اس طرح پروفیسر ربانی پروفیسر سیاف، انجینئر حکمت یار، حضرت مجددی، حضرت گیلانی صاحب احمد شاہ مسعود صاحب سے بھی جہاد کے دوران ایک ہی طرح کا تعلق رہا۔

حقانیہ اور جہاد افغانستان بخارا کا مدرسہ میر عرب

ہم نے دارالعلوم حقانیہ کو جہاد افغانستان کی ایک چھاؤنی بنا دیا تھا۔ خود ربانی صاحب اور دوسرے لیڈر دارالعلوم آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ پروفیسر ربانی صاحب نے دارالعلوم حقانیہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب روس میں اشتراکی انقلاب آیا تو بخارا میں ایک دینی مدرسہ تھا ''میر عرب'' کے نام سے، اس مدرسہ نے اس انقلاب کے خلاف بنیادی کردار ادا کیا تھا تو ربانی

صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کو جہاد افغانستان کے لئے ''میر عرب'' کا مدرسہ قرار دیا تھا۔

اصل کردار علماء اور بوریہ نشین طالب علموں کا

دارالعلوم کو اللہ تعالیٰ نے جہاد افغانستان کے لئے ایک مرکزی چھاؤنی کی حیثیت دی۔ مولانا فتح اللہ شہید مولانا احمد گل شہید ایسے سینکڑوں معروف علماء ہیں جن کا تعلق دارالعلوم سے تھا، جہاد افغانستان میں بنیادی جہادی کردار انہی مدارس کے طلباء اور علماء نے ادا کیا تھا، حکمت یار صاحب، ربانی صاحب، سیاف صاحب اور دیگر قائدین...... اپنی جگہ ان کی قیادت بجا قابل قدر تھی لیکن اصل کردار ان بوریہ نشین طالب علموں نے ادا کیا تھا۔ آج اس وجہ سے امریکہ اور مغربی دنیا ان بوریہ نشینوں سے لرزاں و ترساں ہے۔ تاریخ میں یہی لکھا جائے گا کہ ان ہی لوگوں نے دنیا کی سپر طاقت کو صفر طاقت بنا دیا آج بھی یہ بوریہ نشین طلباء پوری دنیا کیلئے ایک الٹی میٹم اور چیلنج بنے ہوئے ہیں اور انکے خلاف ان کو ختم کرنے کیلئے پوری مشینری ذرائع ابلاغ اور قوت استعمال میں لا رہے ہیں۔

طالبان کے ابھرنے کی وجوہات

میں ان تمام حضرات کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ جب جہاد افغانستان بارآور ہوا اور سفید ریچھ اپنے زخم چاٹتا ہوا افغانستان کی سرزمین سے نکل گیا تو طلباء اور علماء میدان جنگ سے واپس ان مدارس میں آگئے اور اپنے درس و تدریس کے شغل میں مشغول ہو گئے۔ ان کی یہ تمنا اور خواہش تھی کہ یہ قائدین اپنے درمیان مصالحت کرلیں متفق ہو جائیں۔ حکومت یہی کریں۔ ہم نے جو قربانیاں دی تھیں وہ اقتدار کے حصول کے لئے نہیں تھیں۔ طلباء اور علماء کے تصور میں بھی نہیں آیا ہو گا کہ ہم اقتدار حاصل کریں۔ سب نے مل کر یہ کوششیں شروع کردیں کہ یہ آپس میں متفق ہو جائیں ایک فارمولے پر، یہ ملک اقتدار کی رسہ کشی کیلئے آزاد نہیں کیا گیا تھا بلکہ اسلام کے لئے آزاد ہوا تھا۔

ہر کوشش میں میری شرکت حرم مکہ کا معاہدہ بھی نظر انداز

یہ آپ کو معلوم ہو گا کہ مصالحت کی ہر کوشش میں میں بھی شریک تھا۔ حتیٰ کہ ہم ان سب لیڈروں کو مکہ معظمہ لے گئے۔ خانہ کعبہ کے اندر رات ڈھائی بجے ان کو داخل کرایا۔ اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم میاں نواز شریف بھی موجود تھے اور ساتوں تنظیموں کے لیڈر بھی موجود تھے۔ تین دن سعودی عرب میں اور مسجد حرام کے قصر الصفاء میں شاہی مہمان رہے غالباً ۲۷ رمضان کی شب کو گویا مسجد حرام ہی میں شاہ فہد کی موجودگی میں معاہدہ کی توثیق ہوئی۔ مسجد حرام کے متصل ان سے عہد و پیمان لئے

گئے کہ جنگ آپس میں نہیں کرنی ہے۔ واپسی پر ایران آئے صدر رفسنجانی سے ملے ان کی خواہش تھی کہ وہ بھی اس معاہدے میں شریک ہوں کیونکہ ایران کو بھی مسئلہ افغانستان سے الگ نہیں رکھا جا سکتا۔ وہاں بھی رات بھر عہد و پیاں ہوتے رہے۔ حکمت یار اور ربانی صاحب راستے میں جہاز میں میرے ساتھ سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ خدا اور رسول کی خاطر آپس میں یہ خانہ جنگی ختم کر لیں۔ خانہ کعبہ کا لحاظ کر لیں مگر افسوس! وہ ساری تگ و دو ضائع چلی گئی۔ افغانستان کی فضاء پر مایوسی کے بادل چھا گئے۔ خانہ کعبہ کے امام جناب محمد عبداللہ ابن سبیل کی قیادت میں علماء کا ایک وفد آیا لیکن ان کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ ان پر فائرنگ کی گئی بڑی مشکل سے ان بے چاروں کی جانیں بچیں۔

اب باغی متعین کرنے کی ضرورت اور وقت

میں نے کہا کہ اب مصالحت کے بجائے اب باغی کا تعین کر لیں کیونکہ قرآن کا حکم ہے وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ ۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات:۹) اب ان میں تعین کر لیں کہ باغی کون ہے ظالم کون ہے؟ طالبان کی تحریک تو اس وقت شروع بھی نہیں ہوئی تھی۔ میری رائے تھی کہ اب مصالحت نہیں ہو سکتی۔ تعین کر لیں اور فتویٰ دے دیں کہ فلاں ظالم ہے لیکن مسلمانوں کے بڑے بڑے ممالک مصلحتوں کے شکار ہیں وہ اس بات کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ بات کو مصلحتوں کے چکر میں رکھنا چاہتے تھے کہ دونوں فریق راضی رہیں۔ اور امن کے بہانہ جنگ جاری رہے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے طالبان کو اٹھایا۔ یہ میرے دل کی آواز ہے۔

متحارب گروہوں کو راستہ سے ہٹانا ہوگا

دارالعلوم کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں آج سے تین سال پہلے میں نے کہا تھا کہ لوگ مصلحتوں کا شکار ہیں۔ افغانستان کے اندر امن اور تعمیر نو سے ان کی کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ ہمیں منع کر کے کہتے ہیں ربانی کے خلاف مت کہو حکمت یار کے خلاف مت کہو۔ میں نے سینٹ کے اندر کہا تھا کہ باغی کا تعین کر لو۔ میں نے کہا تھا کہ جب تک سارے متحارب گروہوں کے لیڈر راستے سے نہیں ہٹتے۔ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ امن کے قیام کا یہی راستہ ہے کہ ان ساتوں کو درمیان سے ہٹا دیا جائے۔

اللہ نے طالبان کو ذریعہ نجات بنایا

اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ قدسی صفت لوگوں کی یہ جماعت

اٹھے گی اور ان ظالموں سے اپنی بدقسمت ملت کو نجات دے گی میری خواہش تھی کہ کاش کوئی تیسری طاقت اٹھے۔ اور ان لڑنے والوں سے ملک کو نجات دلا دے۔ہم سب یہ باتیں سنتے رہتے تھے کہ آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے امن قائم کردیا۔خون خرابہ نہیں ہوا ہے۔ پولیس نہیں ہے فورس نہیں ہے لیکن بولان کی سرحد سے یہاں تک رات کو بھی لوگ آجا سکتے ہیں ساتھیوں نے بتایا کہ اگر سونے کا بکس گر جائے کسی سے تو اس کو بھی کوئی نہیں اٹھاتا۔ یہ باتیں سن کر ہم حیران ہوتے تھے کہ یا اللہ خیر القرون کی یہ جھلک ہم کو بھی دکھلا دے۔ اس جذبہ کے پیش نظر تمام عالم اسلام کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں۔ہم بھی سوچ لے کر یہاں آئے ہیں۔

نظام اسلام اور زہریلا پروپیگنڈہ بھیانک تصویر

اور اپنے صحافی بھائیوں کو بھی اسی جذبہ کے تحت یہاں لائے ہیں کہ آپ کے خلاف سخت خطرناک اور زہریلا پروپیگنڈا چل رہا ہے۔آج مغرب اور امریکہ آپ کا دشمن بن چکا ہے۔ یہ لوگ یہ نہیں چاہتے کہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں طلبا اور بنیاد پرستوں کا اقتدار آئے۔ وہ آپ کو بدنام کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ یہ دہشت گرد ہیں۔حقوق انسانی کے مخالف ہیں۔ وحشی اور درندے ہیں۔ وہ اسلام کی یہ تصویر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کہ یہ لوگ صبح شام لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹنے میں لگے ہوئے ہیں۔ جبراً داڑھی رکھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ یعنی اسلام کی ایک سیاہ اور بھیانک تصویر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔بی بی سی، سی این این اور تمام مغرب، صیہونی میڈیا پروپیگنڈے کا ایک طوفان آپ کے خلاف برپا کئے ہوئے ہے۔ یہ اس لئے کہ اسلام کی عملی تصویر تو انہوں نے نہیں دیکھی ہے جسے آپ الحمدللہ قائم کررہے ہیں۔ یہ عملی تصویر صحیح شکل میں دنیا کے سامنے آجائے تو دنیا میں انقلاب آجائے گا۔ملت کفر یہ نہیں چاہتی کہ اسلام صحیح شکل میں دنیا کے سامنے آئے۔

ہے مگر اس عصر حاضر کے تقاضاؤں سے خوف　　ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں
الحذر آئین پیغمبر سے سو بار الحذر　　حافظ ناموس زن مرد آزما مرد آفریں

صحافیوں کو ساتھ لانے کا مقصد

اس خیال سے میں ان صحافیوں کو بھی یہاں لے آیا ہوں۔تا کہ آپ کے ساتھ براہ راست گفتگو کریں۔آپ کے امیر المومنین کے ساتھ بھی ملاقات کردیں اور صحیح حالات دنیا کے سامنے پیش کردیں۔ اس لئے کہ جس طرح ہمارا فریضہ ہے اس طرح یہ صحافی بھی اسلام کے سپاہی ہیں۔ یہ بھی پروپیگنڈوں کی

زد سے نکلیں، میری خواہش ہے کہ ان کے ساتھ زیادہ روابط قائم کریں۔ پشاور آئیں اسلام آباد آئیں ان سے ملیں، ان کو حالات کی خبر دیں۔ ان کے انتظامات میں عاجز کرنے کو تیار ہوں کہ تمام پریس کے لوگ پشاور، اسلام آباد یا پاکستان میں کسی اور جگہ جمع ہوں جس طرح کل رات مولانا احسان اللہ احسان صاحب نے بڑے واضح دلائل کے ساتھ حقائق بیان کئے۔ یہ تبلیغات اور میڈیا کا زمانہ ہے۔ تمام دنیا ایک گھر کی شکل اختیار کرچکی ہے، ہر آدمی اپنے گھر میں بیٹھا ہوتا ہے۔ بٹن دباتا ہے اور پروپیگنڈہ سنتا اور دیکھتا ہے کہ طالبان لگے ہوئے ہیں لوگوں کو قتل کررہے ہیں، پوڈر بیچتے ہیں، ہیروئن بیچتے ہیں۔

محدود ماحول سے نکل کر آپ نے مغربی شرمناک پروپیگنڈے کا توڑ کرنا ہے

مغرب اس طرح کی شرمناک تصویر دنیا کے سامنے طالبان کی پیش کررہا ہے۔ آپ اس محدود کامیابی پر مطمئن ہوکر نہ بیٹھیں کہ امن قائم کردیا۔ آپ کے سامنے بہت بڑا چیلنج ہے آپ نے یہود و نصاریٰ کے پروپیگنڈوں کے سامنے بند باندھنا ہے انکو یہ دکھانا ہے کہ یہاں عورت محفوظ ہے اس کو وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو اسلام اس کو دیتا ہے اس نظام میں وہ غیر محفوظ تھی جو حقوق عورت کو اسلام دیتا ہے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ ان کو یہ دکھانا ہے کہ یہاں معاشی نظام کیسا ہے انصاف کیسا ہے نظام عدل کیسا ہے ایک ہاتھ کے کٹنے سے لاکھوں ہاتھوں کو تحفظ حاصل ہو جاتا ہے ایک پر حد قائم ہونے سے لاکھوں کی جانیں محفوظ ہوگئیں۔ آپ کے سامنے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ پوری دنیا کے ساتھ آپ کا مقابلہ ہے آپ اپنی محدود دنیا سے باہر نکلیں اور تمام ملت اسلامیہ کو دکھا دیں کہ اسلامی نظام ایسا ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا کرم ہوگا، ہمارے لئے راستہ کھل جائے گا، پاکستان میں ہمارا راستہ بند پڑا ہے۔ مصر میں شام میں الجزائر میں سوڈان میں عملی راستہ نہیں۔ امریکہ ہر جگہ مسلط ہے۔ ظالم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ بھی امریکہ کے لوگ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اے نادانو! امریکہ تو دنیا کے کسی بھی گوشہ میں ملا اور طالب کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں وہ تو دارالعلوموں اور مدارس کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ وہ کیسے طالبان کی پشت پناہی کرسکتا ہے۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے آپ اپنی اس ذمہ داری کا احساس کریں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ ایسی پاک صاف اور نورانی قیادت دی ہے کہ غالباً اس وقت پورے عالم اسلام میں کسی بھی مملکت کو ایسی قیادت نصیب نہیں۔

متحارب جہادی لیڈروں سے دردمندانہ اپیل اپنے بچوں کے راہ میں رکاوٹ نہ بنیں

میں اس موقع پر آپ کے توسط سے ان قائدین سے اپیل کرتا ہوں جو کابل میں بیٹھے ہوئے

ہیں۔ ربانی صاحب حکمت یار صاحب احمد شاہ مسعود صاحب سیاف صاحب ان سب سے میری دلی درخواست ہے کہ طالبان آپ کے دشمن نہیں یہ ایک فریق نہیں آپ کے بچے ہیں یہ اچانک آسمان سے نہیں اترے ہیں۔ انہوں نے جہاد کیا ہے ان کے لئے راستہ ہموار کریں ان کے لئے رکاوٹ نہ بنیں لتکون کلمة الله هی العلیا تو یہ تمام عالم اسلام پر آپ کا احسان ہوگا اور افغانستان پر بھی۔ ان سب قائدین کے ساتھ میرے بھی اچھے تعلقات تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے اعتماد کو مجروح کر دیا ہے۔ طالبان نے کبھی بھی مذاکرات سے انکار نہیں کیا تھا۔ انہوں نے اپنے دروازے کھلے رکھے تھے مجھے ایک ایک کوشش ان کی معلوم ہے لیکن ہر بار مذاکرات کے بعد انہوں نے اعتماد کو مجروح کر دیا تھا حتیٰ کہ اب ان کا مزید اعتماد باقی نہ رہا۔ اگر یہ اعتماد وہ بحال کرنا چاہتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ اپنی قوت طالبان کے حوالہ کر دیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہم تمہارے خادم بن جائیں گے، وہ قائدین ہمیں اپنا دشمن نہ سمجھیں۔ انہیں چاہئے کہ طالبان کو اسلام کا ایک سپاہی جانیں اور ان کی سرپرستی کریں۔

امیر المومنین کا شکریہ

میں ان ہی کلمات پر اکتفاء کرتا ہوں اور آپ کا انتہائی شکر گذار ہوں کہ ان نازک حالات میں آپ نے ہمیں اتنی توجہ دی وقت دیا اور آپ امیر المومنین مدظلہ بذات خود یہاں تشریف لائے جو بہت کم ملاقات کرتے ہیں۔ ورنہ ہم خود انکی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ یہ ہم سعادت سمجھتے ہیں۔ یہ اسلام کا ایک منصب ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کو دیتا ہے پھر تمام مسلمانوں کو اس کی اطاعت ملحوظ رکھنی ہوتی ہے۔ اب اگر ایک محدود خطہ میں بھی کسی کو اللہ تعالیٰ نے امارت مومنین کا منصب دے دیا تو اس کی اطاعت اور اس کی عظمت کا پورا پورا خیال رکھیں ہم ان شاء اللہ آپ کی حمایت کرتے رہیں گے ہمیں اپنا خادم جانیں۔

مقاصد مجروح کئے بغیر طالبان جنگ کے علاوہ راستے بھی ملحوظ رکھیں

اور میں یہی تمنا کرتا ہوں کہ قیام امن کے لئے جنگ کے علاوہ بھی کوئی راستہ ہو تو اس پر بھی نظر ملحوظ رکھیں۔ بایں طور کہ آپ کا موقف آپ کی سیاست اور آپ کا ھدف مجروح نہ ہو، ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ اپنے ہدف سے دستبردار ہو جائیں۔ اگر جنگ کے علاوہ مذاکرات کے راستہ کا کوئی حل نظر آئے اسے بھی نظر انداز نہ کریں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ میں تمام علماء کرام اور صحافی بھائیوں کی طرف سے آپ سب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں و آخِرُ دعوانا الحمد لِلّٰہ ربّ العالمین

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

تحریک طالبان کا پہلا مثالی اسلامی دورِ حکومت

مشاہدات و تاثرات

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ (مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ وسینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان) علماء ومشائخ کے ایک وفد کے ہمراہ امارت اسلامی افغانستان کے پہلے دورِ حکومت میں تشریف لے گئے تھے واپسی پر انہوں نے ماہنامہ "الحق" میں پانچ اقساط پر مشتمل ایک سفرنامہ تحریر فرمایا جس میں آپ نے طالبان کے نظام امن وعدل کے حوالے سے اپنے مشاہدات وتاثرات بیان کئے تھے، آج بھی وہ ویسے ہی تازہ ہیں، طالبان کے فتح مبین کی مناسبت سے ان کے سفرنامہ سے چند اقتباسات نذرِ قارئین ہیں۔ (ادارہ)

احقر ۱۴رذی الحجہ ۱۴۱۸ھ کو علماء کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ جو کہ استاد الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنی رحمہ اللہ استاد جامعہ حقانیہ، حضرت مولانا صاحبزادہ فضل الرحیم، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا اصغر علی صاحب عباسی، مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا عبدالمتین صاحب استاد جامعہ اشرفیہ لاہور، ممتاز سماجی کارکن اور تحریک طالبان کے پرجوش حامی میاں حضران بادشاہ، حاجی عبداللہ صاحب لاہور، حافظ قاری اجودعبید لاہور، حافظ عبدالستار اکوڑہ خٹک پر مشتمل تھا) آگ وخون کے سمندر سے گزر کر اسلامی فکر کی اشاعت وترویج کیلئے لاکھوں شہداء کی قربانی دینے والی سرزمین افغانستان میں طالبان کے زیر انتظام علاقوں میں ان کے کارناموں کو دیکھنے کیلئے ان سرفروشوں کی دعوت پر جاکر چار دن گزارنے کے بعد واپس آیا، وہاں جو کچھ دیکھا اور پایا، سپردِ قلم کرنے کی کوشش کی۔

پاکستان اور وسط ایشیاء کے نقشے پر ایک بار پھر ابھرنے والی اسلامی ملکوں کے سنگھم پر واقع مملکت افغانستان سولہ سال سے پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ اور عام وخاص کی توجہ کا مرکز ومحور رہا ہے، مسلمانوں کی اکثریت پر مشتمل بیشتر ممالک کسی نہ کسی شکل وصورت میں اسلام دشمن طاقتوں کے زیر

تسلط رہے، مگر افغانستان واحد اسلام کے نام پر مر مٹنے والے غیور مسلمانوں کا خطہ ہے کہ اسے وقت کی بڑی بڑی جابر وقاہر استعماری قوتیں بھی زیر نہ کرسکیں جب بھی نوآبادیاتی نظام کے علمبرداروں نے اس ملک کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا تو ان کو منہ کی کھانی پڑی، اسی شوق وغلبہ واقتدار کی خواہش کے پیش نظر سولہ سال قبل اس وقت کا سرخ سامراج (جو سوویت یونین کے نام سے دنیا کے نقشے پر موجود تھا) نے اس قوم کو للکار کر ظالمانہ یلغار کی، یہ وہ وقت تھا جب اسلامی نظام اور اسکے ثمرات سے خائف بالخصوص انگریز سامراج نے مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا جذبہ سرد ہوکر ملت اسلامیہ دنیا کی کمزور ترین، بے بس، عضو معطل اور مغلوب ومجبور قوم بن کر رہ گئی اور ملت اسلامیہ کا وہ قوت ودبدبہ جو جہاد کی برکت سے پورے عالم میں مسلم رہا، جہاد کو چھوڑ کر امت اجتماعی مشکلات اور مایوسیوں کے گرداب میں پھنس گئی حالانکہ ایک وہ وقت تھا کہ امت مسلمہ جہاد کے جذبہ اور سپرٹ سے سرشار تھی جہاد کا علم لے کر کفر کی تمام طاقتیں ان کے سامنے سرنگوں رہیں، مسلمان اس عزت ووقار کے علامت کو ترک کر کے اپنے ذلت ورسوائی کا باعث بنے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اہم فریضہ کو ذروۃ السنام، اسلام کی کوہان یعنی رفعت وبلندی سے تعبیر کر کے اسلام کے دعویداروں کو اسکی طرف راغب کرنے کی کوشش کی اغیار کے پراپیگنڈہ اور جال میں پھنس کر اللہ کی وعید کہ جو قوم جہاد ترک کردے، اللہ اسے عذاب عامہ میں مبتلا کردیتے ہیں، کا مصداق بن گئے اور اسلام دشمن قوتیں صرف نام کے مسلمانوں کے زیر کنٹرول علاقوں کے درپردہ مالک بن کر ان کو اپنے احکامات اور نظریات کا تابع بنادیا، ان مایوس کن حالات میں افغانستان کے باسی قابل صد آفرین ہیں کہ روسی استعمار کا مقابلہ نہایت بے سروسامانی کی حالت میں کر کے انہوں نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی نہ صرف یاد تازہ کردی بلکہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے عاری مردہ اجسام میں ایک نئی روح پھونک دی۔

روسی سامراج افغانستان سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے اس ترقی یافتہ سائنسی دور کا جدید ترین اسلحہ بھی ڈھیروں کے حساب سے اسی شہیدوں کے مقدس خون سے رنگے ہوئے سرزمین میں چھوڑ گیا، جہاد کے موقع پر اپنے آپ کو قائدین کہلوانے والے رہنما فہم وفراست سے کام لیتے تو افغانستان میں دنیا کی ایک حقیقی ومثالی حکومت قائم ہوکر یہی جنگی وحربی وسائل نہ صرف افغانستان کے استحکام کا ذریعہ بنتے بلکہ اسی کے ذریعہ کشمیر، بوسنیا، فلسطین اور اسلامی کے نظام کے احیاء کیلئے سردھڑ کی بازی لگانے دیگر تحریکوں کو بھی بے پناہ قوت کا باعث بن جاتا مگر ہائے افسوس کہ کابل قصر صدارت وامارت کے حریصوں نے اسی مال غنیمت کو اپنی ہی لوگوں کے خلاف استعمال کر کے لاکھوں

افغانیوں کے جانیں ضائع کردی، بچے کچھے شاہراہ تباہ اور شہر کھنڈرات میں تبدیل ہوگئے اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں اور یقیناً اسی کی لاٹھی بے آواز ہے، اللہ تعالیٰ نے افغان قوم کی آزمائش اور امتحان کا سلسلہ ذرا طویل کرنا تھا، مگر ان کے مصائب کی طوالت میں نے خالق ایزدی کے لاتعداد مصالح پنہاں تھے، جب فسق وفجور خون ریزی، بہیمانہ جرائم سفاکی وبربریت کا سیلاب انتہا کو پہنچ چکا تو اللہ تعالیٰ نے سولہ لاکھ کی شہیدوں کے پاک وصاف خون کی لاج رکھنے، لاکھوں یتیموں، بیواؤں، زخمیوں کے آہوں دعاوں کو شرف قبولیت دینے کیلئے اپنی تائید ایزدی سے مظلوم افغانی عوام کی نجات کیلئے ایک جماعت کا انتخاب فرمایا، جن کی تحریک "تحریک طالبان" سے شروع ہوکر مختصر وقت میں افغانستان کے تمام اطراف میں پھیل گئی، یہ قافلہ دینی مدارس قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر وورد کرنے والے نیک سیرت وفرشتہ صفت پاکبازوں کا گروہ تھا، جنہوں نے اپنے امیر حضرت مولانا محمد عمر صاحب کے قیادت میں اللہ کا نام لیکر ملت وقوم کے دشمنوں کے خاتمہ کیلئے علم جہاد بلند کر کے ساری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا، دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک جو افغانستان کے صوبہ قندھار سے شروع ہوئی تھی، قلیل مدت میں ہلمند، فراہ سمیت بارہ صوبوں کو اپنی آغوش میں لیکر خالص اسلامی نظام قائم کردیا، طالبان کوئی غیر انسانی وغیر افغانی یا باہر سے امپورٹ شدہ اجنبی مخلوق نہ تھی، بلکہ اسی افغانی قوم کا حصہ اور افغانی جہاد میں روس کے خلاف بے جگری سے لڑکر آگ وہ خون کے دریا سے کندن بن کر نکلے تھے، اپنے قوم کے ساتھ شانہ بشانہ لڑکر سرخ سیلاب کے مقابلہ میں سد سکندری کی حیثیت سے ثابت قدم رہے، جہاد میں ہر قسم کی مشکلات وطوفانوں سے نمٹنا سیکھا جدید آلات حرب کے استعمال میں مہارت حاصل کی، نہ کسی نے باہر سے ان کے ملک میں داخل ہوکر ان کو جنگی تربیت دی اور نہ کسی دوسرے ملک میں جاکر ان کو تربیت حاصل کرنے کی ضرورت پڑی اور نہ ان کو بلاوجہ ملک میں مزید خون کے دریا بہانے کا شوق تھا، روسی درندوں کے فرار کے بعد تو انہی طالبان نے ملکی امور کو اپنے قائدین کے رحم وکرم پر چھوڑ کر حصول علوم دینیہ کیلئے اپنے مدارس ومساجد کا رخ کرلیا تھا، عمائدین احزاب کے فہم وفراست سے عاری اقدامات سے ملک کی بہتری کے بجائے تباہی کے کنارے پہنچنے کی حالت دیکھ کر یہ طبقہ طلباء دوبارہ اپنا محبوب ترین مشغلہ تعلیم وتعلم چھوڑ کر شکستہ دلی کے ساتھ پھر میدان میں اتر آئے، افغان جن پر مسلسل کئی سالوں سے ظلم کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے، رہی سہی کسر اپنوں نے پوری کردی، طالبان کی تحریک کا سن کر اپنی پلکیں ان کے راہوں میں بچھانے لگ گئے، اس طبقہ طلباء کے غریب پروری، حسن سلوک اور امن وشریعت کے تنفیذ عمل کو دیکھ افغانستان کے تقریباً سبھی علماء

وطلباء جو مختلف احزاب کے ساتھ منسلک تھے طالبان کے جھنڈے تلے متحد و متفق ہوئے اور پھر طالبان نے جرأت و بہادری کے وہ کارنامے دکھائے کہ اہل مغرب اور اس کے چیلے (جو پہلے ہی اسلامی تحریکوں سے خوفزدہ تھے) نے اسلام اور اس کے متوالوں کے خلاف میڈیا کے میدان میں بے پناہ افواہوں اور الزامات کا طوفان برپا کردیا طالبان چونکہ اللہ کے دین کی سربلندی افغانستان کو ایک صحیح اور مکمل اسلامی ملک بنانے، دنیا کے مظلوم ومغلوب مسلمانوں کے ارمانوں کی تکمیل، افغان عوام کو اسلحہ کے خوفناک ذخیروں اور اس پر قبضہ کرنے والوں سے نجات جیسے عزائم لے کر اٹھے تھے، انہوں نے باطل قوتوں کی تمام افواہوں اور سازشوں سے بے پرواہ ہوکر اپنی منزل کی طرف سفر جاری رکھا، جس کا نتیجہ الحمدللہ آج تمام دنیا کے سامنے ہے، افغانستان کا ۲/۳ حصہ جو جدوجہد کے طفیل ان علاقوں میں اسلامی نظام کے نفاذ کے جن برکات کا مشاہدہ اپنے آنکھوں سے کیا۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ افغان جہاد میں جہاں اسلامی دنیا اور پاکستان کے دیندار مسلمانوں کی نظریں خیرالقرون کی جھلک دیکھنے کیلئے افغانستان پر لگی ہوئی تھیں اور ہر قسم کی جانی ومالی تعاون سے دریغ نہ کیا، اسی طرح برصغیر پاک وہند کی عظیم دینی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑا حصہ ہے، جہاد شروع ہوتے ہی اس سے صحاح ستہ میں ابواب الجہاد اور ابواب المغازی پڑھتے وقت خصوصی تربیت حاصل کی تھی اور جہاد کے جذبہ سے مالامال تھے، روس کے مقابلہ میں بھی محاذوں پر فرنٹ لائن پر رہے اور اس سے نمٹنے میں اس کا اہم کردار تاریخ عالم اسلام کے زرین باب کی حیثیت سے قائم ودائم رہے گا، دارالعلوم کے روحانی فرزندان نے سوویت سامراج کو شکست دینے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اپنے ہم وطن درندوں اور اقتدار کے پجاریوں سے افغان ملک وملت کو خالی کرنے کیلئے جب طالبان کمر باندھ کر میدان میں نکلے تو اسمیں بھی جامعہ حقانیہ کے فضلاء وطلباء سب سے آگے رہے اور آج بھی جن محاذوں پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

طالبان کے قائدین ومجاہدین بھی جامعہ حقانیہ کو اپنا روحانی تربیتی مرکز سمجھ کر وقتاً فوقتاً یہاں تشریف آوری کے بعد اس ادارہ کے منتظمین اور اپنے اساتذہ کو خدائی فورس کے زیر کنٹرول آزاد اسلامی علاقوں کے دورے کی دعوت دیکر ان مربیوں کے افغان سرزمین آنے کو اپنے لئے عز وافتخار کا سبب سمجھتے ہیں انہی مخلص طالبان ومجاہدین اور تلامذہ کے بار بار اصرار پر کئی دفعہ احقر نے اپنے آنکھوں سے رحمتوں کی اس سرزمین کو دیکھنے کا ارادہ کیا، مگر مسلسل مصروفیات کی وجہ سے یہ ارادہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق ۲۲ رمئی بروز منگل ساتھیوں سمیت یونیورسٹی ٹاؤن میں واقع طالبان کے ہیڈ کوارٹر ڈیڑھ بجے ظہر کو پہنچے دفتر کے مین دروازے پر ہی طالبان چاق وچوبند سادہ لباس میں ملبوس محافظین نے استقبال کرنے کے بعد ذمہ دار افراد کو ہمارے آنے کی اطلاع دی، حفاظت وسیکورٹی کے پیش نظر ہر داخل ہونے والے شخص کے تلاشی وغیرہ لیکر اندر جانے دیا جاتا ہے، چونکہ گیٹ پر موجود پہرہ دار اوران کے ساتھ موجود دیگر کارکنان میں اکثریت جامعہ حقانیہ کے طلباء کی تھی ،انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی دفتر میں داخلے کی رسمی کاروائی کو بھی ضروری نہ سمجھا ، داخل ہوتی ہی نمائندگی کے ذمہ دار مولانا عبدالقدیر حقانی دیگر ساتھیوں کے ہمراہ پندرھویں صدی ہجری میں روئے زمین پر قائم ہونے والے اس نوزائیدہ خالص وکمل اسلامی حکومت کا ہیڈ کوارٹر یونیورسٹی ٹاؤن پشاور کے بڑے بڑے عالیشان محلات ،کوٹھیوں اور بنگلوں کے درمیان ایک چھوٹے سے سادہ مکان میں واقع ہے، ظاہر بینی اور مادہ پرستی کے اس پرآشوب دور میں معمولی معمولی جماعتیں اورگروپس اپنے دفاتر قیمتی اور پرتعیش بنگلوں اورمحلات میں صرف اسلئے قائم کرتے ہیں تاکہ لوگ مرعوب ہوکر متاثر ہوسکیں ،مگر یہاں تو مقصد اورایجنڈہ ہی اعلائے کلمۃ اللہ اوررضائے الٰہی کا حصول ہے تو مکان بھی سادہ اورمکین بھی عجز وانکساری اورتواضع وللّٰہیت کے مجسمے ۔

دفتر کے تمام کمرے مجاہدین سے بھرے تھے، اگرکسی کمرہ میں جہاد کے دوران زخمی ہوکر علاج کیلئے آنے والے طالبان تھے تو کئی کمرے جہاد میں شرکت کے خواہشمند طلباء سے معمور تھے، ہر آدمی اپنے اندر ایک عجیب ساجوش وولولہ لیکر اپنے اپنے کام میں مگن تھا، ہرایک چہرے پر طمانیت، جذبہ جہاد اورنورایمان کے آثارنمایاں تھے، مہمانوں کو کمرہ میں بٹھا کر مشروب سے تواضع کرنے کے بعد جلال آباد روانگی کیلئے ایک فلائنگ کوچ کا بندوبست پہلے سے کیا گیا تھا، روانگی سے پہلے طالبان نے ہر مہمان کو ایک خصوصی پگڑی بندھوائی یہی پگڑی طالبان کی وہ خصوصی اورامتیازی نشانی ہے جو کفر اورکافرانہ نظام کے حامیوں کے لئے خوف ، دہشت اوررعب کی علامت بن چکی ہے، یہیں سے جامعہ حقانیہ کے افغانی مدرس مولانا سید احمد شاہ برخوردارم حافظ سلمان الحق سلمہ اور برخوردارم حافظ عرفان الحق سلمہ اورحافظ ارشدعلی شاہ بھی قافلہ میں شامل ہوئے ،قریبا تین بجے ظہر تمام ساتھی فلائنگ کوچ میں بیٹھ کر وہاں پر موجود طالبان اوران کی بعض رہنما جو مجاہد طلباء کی رخصتی پر معمور تھے کہ اجتماعی دعوات کے ساتھ پشاور سے روانہ ہوئے درہ خیبر کے تاریخی راستے کو عبور کرنے کے بعد پاک افغان سرحد تورخم پہنچے ، وائرلیس کے ذریعہ افغان سرحد پر موجود منتظمین اورمجاہد طلباء وپہرہ دینے والوں کو

ہمارے آمد کی اطلاع ہوچکی تھی ابھی ہمارے گاڑی کا ڈرائیور (جو خود بھی ایک تجربہ کار مجاہد، کئی خطرناک معرکوں میں شرکت کرچکا تھا) پاکستانی حکام کے پاس گاڑی کے کاغذات کے اندراج وغیرہ سرکاری امور نمٹانے میں مصروف تھا کہ سرحد پر لگے ہوئے زنجیر کے دوسری طرف افغان چوکی وسرحد کے ذمہ دار مولوی امام الدین (جو کہ حقانیہ سے فراغت اور تخصص بھی کر چکے تھے) بمع ڈیوٹی پر موجود طلباء کے استقبال کیلئے پاک سرزمین آکر مہمانوں کو خوش آمدید کہا، سرحد پار کرنے کے امور میں ڈرائیور سے تعاون کرکے چند منٹ میں فارغ ہوکر افغانستان کی اس سرزمین میں جو سولہ لاکھ سے زیادہ شہداء کی خون سے رنگین ہوکر اس کے ثمرات اب مکمل اسلامی نظام کی شکل میں ظاہر ہورہے ہیں میں داخل ہوگئے پاکستان اور افغانستان اسلامی اخوت اور بھائی چارے کے ایسے لازوال رشتے میں منسلک ہیں کہ اس کی ایک جھلک ہم نے طورخم کے بارڈر پر دیکھی، سرحد پر موجود پاکستانی وافغانی حکام آپس میں محبت، خندہ پیشانی اور تعاون سے ہر مسئلہ حل کرکے انما المؤمنون اخوۃ کا حقیقی مظاہرہ کرتے رہے، ایسا نظر ہی نہیں آتا کہ یہ دو مختلف اعضاء معلوم ہوتے ہیں۔

افغانستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی ایک عجیب سا سرور محسوس ہونے لگا جس کا اظہار زبان قلم ممکن نہیں اس کی وجہ سب ساتھیوں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی یہ خواہش کہ کاش! اپنی آنکھوں سے کبھی ایسا خطہ دیکھنے کا موقع نصیب ہو جہاں حقیقی اسلام کا نظام ہو۔

بحمد للہ افغانستان کی سرزمین میں داخل ہوکر وہ تمنا پوری ہوتی نظر آئی، سرحد کے دونوں طرف چہل پہل سینکڑوں افغانی اپنے وطن میں داخل ہورہے ہیں، بے شمار پاکستان کی طرف آرہے ہیں، ہر ایک کے جذبات واحساسات میں اسلامی انقلاب کے آثار وبرکات نمایاں تھے، افغان سرحدی حکام مہمانوں کو اپنے دفتر جوگمرگ یعنی (محصول کی ادائیگی کی جگہ کے نام سے موسوم ہے) لے گئے، یہی وہ افغانستان کی سب سے پہلی سرحدی چوکی ہے جو کسی زمانہ میں کمیونسٹوں کی آماجگاہ اور اسلامی نظام کی آرزومند کیلئے خوف ودہشت کا مرکز اور ایک غریب افغانی کیلئے اس میں داخلہ شجرہ ممنوعہ کی حیثیت رکھتی ہے......

افغانستان سے واپسی کے موقع پر نائب گورنر سمیت کئی اعلیٰ عہدیدار و طالبان کے رہنما الوداع کرنے کے لئے موجود تھے، دن کے ایک بجے پشاور پہنچ کر یہیں سے تمام ساتھی روئے زمین پر موجود ایک حقیقی اسلامی حکومت کے خوشگوار اور روح کو جلا دینے والے تاثرات اپنے ساتھ لے کر اپنے اپنے مستقر کی طرف روانہ ہوگئے۔

(قسط ۸۶) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۸ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب ، اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے، آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے ۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ ،تحقیقی عبارت،علمی لطیفہ،مطلب خیز شعر ،ادبی نکتہ،اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزار ہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیران ذوق مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔یاد رہے کہ یہ ڈائریاں ایک طرف حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کے احوال وسوانح کے لئے بھی ایک بنیادی واہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور شب وروز بھی اس میں کافی حد تک محفوظ ہو چکے ہیں..... (مرتب)

مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی (خطیب شاہی جامع مسجد میرٹھ)

برادر مکرم ومحترم ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!دارالعلوم دیوبند میں شرکت اجلاس مجلس شوریٰ کے سلسلہ میں آیا ہوا ہوں، یہاں دوران مجلس ریڈیو کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا،انا للہ وانا الیہ راجعون، للہ ما اخذو اعطی آپ کے تو وہ والد بزرگوار تھے ان کے سایۂ رحمت خداوندی سے محرومی پر آپ جتنا افسوس اورغم کریں وہ کم ہے۔ مگر ہم وابستگان دامان عقیدت کو بھی اس سے جوصدمہ پہنچا ہے اس کا اظہار مشکل ہے۔

''الحق'' کے ذریعہ ان کے ارشادات و افادات سے ہر ماہ متمتع ہونے کا موقعہ ملتا رہتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم ان کی مجلس ہی میں حاضر ہیں،افسوس کہ یہ صورت اب نہ رہی۔

حضرت محترم بزرگانِ دیوبند وگنگوہ کی یادگار اور انکے علوم وافکار کے امین تھے، دارالعلوم دیوبند کا فیض انکے ذریعہ پاکستان اور افغانستان میں جاری تھا اور اس سے وہاں کے دینی وعلمی حلقے سرسبز وشاداب تھے۔ بہر حال وقت موعود تو سب کو آتا ہے خواہ دنیوی و دینی عظمت کے، کیسے ہی بڑے حامل ہوں، بارگاہ خداوندی میں حاضری سے کوئی مستثنیٰ نہیں،اذا جاء اجلهم لا يستقدمون ساعة ولا يستاخرون اللہ سے دعا ہے کہ حضرت محترم کو اپنے جوارِ رحمت ورافت میں جگہ دے اور ان کی علمی ودینی واسلامی خدمات کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں ان کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ صاحبان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور اس حادثہ پر اجرِ جزیل سے نوازے۔ دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ نے اس حادثہ پر تجویز تعزیت منظور کی ہے،اسے مہتمم صاحب ارسال خدمت کریں گے۔

تجویز کے علاوہ ،مجلس نے حضرت کے لئے دعائے مغفرت بھی کی۔ مدرسین دارالعلوم حقانیہ کو سلام عرض کردیں۔

(۲) لاخ الاعز الاكرم سلمكم !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،حضرت مخدوم ملت مجدد شریعت و طریقت مولانا الشیخ عبدالحق شیخ الحدیث و بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ ضلع پشاور کے حادثہ وفات کی خبر کافی عرصہ ہوا، ریڈیو اور دیگر ذرائع سے مل چکی تھی ایسا محسوس ہوا تھا کہ دل پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا۔

میں اس زمانہ میں بغرضِ شرکت مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند (مورخہ یکم و دوم صفر ۱۴۰۹ھ) باوجود علالت طبع کے دیوبند حاضر تھا۔ تجویز تعزیت میرے ہی قلم سے لکھی ہوئی مجلس میں پیش ہوکر منظور ہوئی اور کافی دیر تک ارکانِ مجلس حضرت مرحوم کے فضائل وخصائل اور کمالات علمی وعملی کا تذکرہ کرتے رہے۔ سب نے ایسا محسوس کیا کہ گویا دارالعلوم دیوبند اپنے ایک سرپرست سے محروم ہوگیا ہے، وہیں میں نے ذاتی طور پر ایک تعزیت خط آپ کے نام لکھا تھا اور اسے حوالہ برید کرنے کی ہدایت کی تھی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خط آپ تک نہیں پہنچا۔

آج نومبر ۸۸ء کا "الحق" ملا، اس میں حضرت کی وفات پر مختلف اصحاب کے اشک ہائے غم کے علاوہ ایک دوسرے محترم دوست اور پاکستان میں علماء دیوبند کے نمائندہ اور اکابر سہارن پور و دیوبند کے جانشین مولانا محمد مالک "مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کی وفات حسرت آیات کی خبر بھی نظر سے گذری تو حضرتؒ کی یاد بھی تازہ ہوگئی، (ان الشجی یبعث الشجی) مناسب سمجھا کہ دونوں کی تعزیت آپ ہی سے کرلوں۔

دونوں بزرگواروں سے قدیم روحانی وعلمی روابط کے باوجود ، آخری ملاقات دارالعلوم دیوبند ہی کے دو یادگار جلسوں میں ہوئی تھی اور اس نے تاریخ کے مٹے ہوئے نقوش کو اجاگر کردیا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے شرف نیاز دیوبند کے عظیم صد سالہ جلسہ کے موقعہ پر حاصل ہوا، حضرتؒ جسمانی اعتبار سے ہڈیوں کا ایک ہار تھے، مگر علم وفضل، لطف وکرم ،مودت ومحبت وعظمت و جلالت کا کہکشاں تھے، باوجود سخت نقاہت اور سفر کی تکان کے کھڑے ہوکر معانقہ فرمایا اور دیر تک دعائیں دیتے رہے۔ آپ سے بھی ان ہی کے ساتھ شرف ملاقات حاصل ہوا تھا پھر بعد میں ''الحق'' کے ذریعہ روابط وتعلقات کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ دارالعلوم حقانیہ کے بعض اساتذہ کرام اور واردین و صادرین کی مجلسوں میں آپ جو ملفوظات ارشاد فرماتے رہے وہ علمی و روحانی جواہرات کی شکل میں رسالہ کے ذریعہ دیدۂ دل کو روشن کرتے رہے۔ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ سے لے کر حضرت کشمیریؒ اور حضرت مدنیؒ تک کے علوم ومعارف کا ذخیرہ نئی آب وتاب کے ساتھ نگاہوں کے سامنے آتا رہتا تھا۔ حضرت ،رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحیح جانشین کی حیثیت سے نہ صرف مجلس کتاب وسنت ہی کے صدر نشین تھے بلکہ میدانِ جہاد کے بھی سالار کارواں تھے۔ مجاہدین سرحد کی آمد پر آپ کے جو ارشادات ہوتے وہ اسکا عملی ثبوت ہیں۔

دارالعلوم کی مجلس میں مَیں نے بعض اکابر مدرسین کو اس طرف متوجہ کیا کہ ہمارے ہاں بخاری وترمذی وغیرہ کے درسوں میں صوم صلوٰۃ کے اختلافی مسائل پر جو تقاریر کی جاتی ہیں۔ ان کی بجائے ان احادیث کی ضروری تشریحات طلبہ کے سامنے پیش کی جانی چاہئیں جو جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے شبہات وخلجانات دور کریں اور مسلمانوں کو غیر مسلمانوں کے مقابلہ میں قوت وشوکت کے وسائل بہم پہنچائیں۔ اس سلسلہ میں بطور نظیر حضرتؒ ہی کے ارشاداتِ عالیہ کا حوالہ دیا گیا۔ الحمدللہ اس رائے کو پسند کیا گیا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسکا ثواب بھی حضرتؒ ہی کے نامۂ اعمال میں درج ہوگا۔

حضرت مولانا محمد مالکؒ سے نیاز دارالعلوم دیوبند کے ''انسداد فتنۂ قادیانیت'' کے جلسہ میں حاصل ہوا۔ حضرت مولانا ارشد صاحب کے ہاں ناشتہ پر دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور ان خصوصی تعلقات کا ذکر آیا جو حضرت شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے دامن تلمذ سے وابستگی کی بنا پر خاکسار کو ان کی بارگاہ میں حاصل تھے۔ مرحوم نے مجھے اپنی تازہ ضخیم تصنیف ''منازل العرفان'' بھی محبت کے ساتھ عنایت کی۔ بہر حال دونوں بزرگوں سے یہ ملاقاتیں تاریخی دستاویزوں کی طرح صفحات دماغ پر مرتسم رہیں گی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ آپ کو آپ کے عالی مقام باپ کا صحیح جانشین بنائے اور آپ کی علمی و سیاسی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے مزید قوت وعزیمت عطا فرمائے۔آمین

حضرت مولانا رشید الدین صاحب (دامادِ حضرت مدنیؒ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد)

محترم ومکرم جناب مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم! سلام مسنون! ابھی پچھلے ہفتے مرکزی دفتر جمعیت علماء ہند دہلی میں امارت شرعیہ کی ایک میٹنگ میں حاضری ہوئی، وہاں مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ کے ایک استاذ سے یہ روح فرسا خبر سنی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب جن کو آج تک ہم دامت برکاتہم اور مداللہ ظلہم العالی لکھتے آرہے تھے اب ان کو رحمۃ اللہ علیہ اور قدس سرہ العزیز لکھنا پڑے گا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ابھی تو آپ کے لئے والدہ محترمہ ہی کا غم تازہ تھا کہ عظیم سایۂ پدری سے بھی محرومی ہوگئی۔

حضرت مرحوم کا شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے جو والہانہ تعلق تھا اس میں پاکستان کے ہر سفر میں ملاقات کے موقع پر اضافہ اور زیادتی محسوس ہوتی تھی، بار بار اپنی زبان مبارک سے یہ ارشادات فرماتے کہ تمہارے آنے کی وجہ سے آج کا دن میرے لئے عید سے کم نہیں ہے۔حالانکہ میری کیا حیثیت اور کیا حقیقت ہے، مگر چونکہ خوردنوازی ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اور تواضع ان کا شعار ہو چکی تھی، اس لئے جو کچھ فرماتے وہ حقیقت ہوتی تھی، تصنع نہیں۔اب ان جیسا وفاشعار، مشائخ کی یادگار اور اسلاف کو نمونہ کہاں دیکھنے کو ملے گا۔اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

مدرسہ میں جلسہ تعزیت کے بعد حضرت مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔اب مدرسہ کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر آپڑیں، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ خیر وخوبی کے ساتھ تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔اپنے تمام عزیز واقارب، برادران اور احباب تک میری طرف سے کلماتِ تعزیت پہنچادیں، شکرگذار رہوں گا، خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔

جمعیۃ العلماء برطانیہ (قاری تصور الحق مرکزی سیکرٹری، جمعیۃ علماء برطانیہ)

محدثِ کبیر استاد الاساتذہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی موت کی خبر یقیناً ایسی خبر تھی جس کے

ذریعہ پہنچنے والا صدمہ نا قابلِ تلافی ہے۔ اہل حق یوں بھی یکے بعد دیگرے بڑے بڑے بزرگوں کے اٹھ جانے کے باعث آزمائش میں مبتلا تھے لیکن رہی سہی ہمت کمر بھی حضرت کی وفات نے توڑ کر رکھ دی۔ سچی بات ہے کہ مولانا کی وفات کے بعد ذہن عجیب کرب میں مبتلا ہے کہ اب کیا ہوگا اور اہلِ حق کے درمیان پائے جانے والے انتشار کو اتفاق میں تبدیل کرنے کا کام کون کرے گا لیکن ایک چیز کمر بند ہوتی ہے کہ اللہ اپنے اس عظیم بندہ کی دینی خدمتوں کے صلہ میں نہ صرف مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام عطا کرے گا بلکہ اہلِ حق کو باہمی اتحاد و اتفاق کی دولت سے بھی مالا مال کرے گا۔

مولانا مرحوم کی وفات سے یقیناً آپ کو بحیثیت اولاد صدمہ پہنچا ہوگا لیکن ہم راہ حق کے رضا کاروں کیلئے بھی یہ کوئی کم صدمہ نہیں ۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ کی ذاتِ عالی حضرت شیخ الحدیثؒ کو اپنے ہاں جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور ہر طرح کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جمعیۃ علماء برطانیہ کے زیر اہتمام ملک کے مختلف حصوں میں خصوصی دعائے مغفرت کے علاوہ ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کے پروگرام بھی ہوئے جب کہ برمنگھم میں خصوصی تعزیتی جلسہ بھی رکھا گیا جس میں مولانا عبدالرشید ربانی ڈیوزبری، مولانا مفتی محمد اسلم راوحرم، مولانا سید سلیم شاہ ریڈ چ، مولانا قاری حق نواز حقانی والسال، مولانا حافظ محمد اکرم راچڈیل کے علاوہ ڈاکٹر سجاد حسین خٹک نے بھی شرکت کی اور حضرت شیخ الحدیثؒ کو خراج تحسین پیش کیا۔

مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی (امیر مرکزی جماعت اہلحدیث)

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھے، آمین

والد مرحوم کی خبر وفات سن کر سخت صدمہ ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ اولاد پر والدین کا سایہ خصوصاً ان کی شفقت اور دعائیں خدا کی رحمت کا خاص حصہ ہوتی ہیں، آپ لوگوں کا وجود مرحوم کی نشانیاں اور باقیات الصالحات ہیں۔ نیک اولاد والدین کے لئے صدقہ جاریہ ہے او ولد صالح (الحدیث) دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔ میں خود نا سازی طبیعت کی وجہ سے پہلے خط نہ لکھ سکا جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد

پندرہویں صدی میں اسلام کا اعجاز

طالبان دو سپر پاورز کے فاتحین

امارت اسلامیہ افغانستان کے قائدین کی مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پر تعزیتی قرارداد، خدمات کا اعتراف اور ''امام الشہداء'' کے تاریخی لقب کا اعلان

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحزَنُوا وَأَنتُمُ الأعلَونَ إِن كُنتُم مُؤمِنِينَ ○ كَم مِن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَت فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ امارتِ اسلامی افغانستان کے قیام و استحکام کے داعیٔ مغرب و مشرق اور پورے عالَم میں ''فادر آف طالبان'' کے لقب سے معروف ومتعارف، امریکہ، برطانیہ، فرانس، بیلجیئم اور مشرق ومغرب میں ''جہادِ اسلامی'' کی پہچان، اتحادِ اُمت کے علمبردار اور وحدتِ ملی کے نشان ہیں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ان کے روحانی ابناء اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کے قائدین اور زعماء نے اپنے تعزیتی بیان میں جس طرح دل کی قاشیں نکال کر خراجِ عقیدت پیش کیا ہے وہ اگرچہ مختصر ہے مگر ایک مفصل کتاب کا متن اور نصف صدی کی مجاہدانہ تاریخ کا ایمان افروز باب ہے۔

اگر کوئی شخص مجھ سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے نظریۂ تعلیم و تربیت، اخلاق وسیاست اور جہاد و اسلامی انقلاب کے بارے میں سوال کرے تو میں اسے بلاتکلف علامہ اقبالؒ کے مطلوب امام کے اوصاف پر مشتمل وہ اشعار سناؤں گا جو انہوں نے ضربِ کلیم میں ''امامت'' کے عنوان سے لکھے ہیں......

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے　　حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق　　جو تجھے حاضر وموجود سے بے زار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست　　زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے　　فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

فتنۂ ملتِ فیضا ہے امامت اس کی جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

تحریک جہادِ افغانستان' تحریک نفاذِ شریعت بل پاکستان' تحریک طالبان اور امارتِ اسلامیہ کے قیام و استحکام کے دوران مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ''سپر پاورز'' سے ''لاشرقیۃ ولاغربیۃ'' کا علمِ بغاوت بلند کیا۔ مولانا سمیع الحقؒ نے جو طرزِ جہاد' جو لائحۂ عملِ انقلاب اور غلبہ اسلام کے لئے جو جہادی منہج اختیار کیا دُنیا کے بزرجمہر آج تک انگشت بدنداں ہیں کہ یہ درمیان کا نیا اور انوکھا لائحہ عمل ایک مستقل نظریۂ انقلاب وسیاست ہے ورنہ آج تو ہر ایک نے سیاسی جغادریوں کو امریکہ کی جھولی میں بیٹھ کر اور روس کی گود میں دبک کر ایک دوسرے پر غراتے ہوئے دیکھا ہے اور آج کل امریکہ کی آغوش سب کے لئے آغوشِ پدر ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے دُنیا بھر کو صاف صاف بتا دیا کہ......

ع درویشِ خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو درسگاہِ نبوت کے فیضِ علم سے حصۂ وافر ملا تھا اس لئے وہ برملا شرق و غرب کی طاقتوں کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھتے تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ نے اپنے شاگردوں' حقانیین اور جمیع طالبان کو شہادت کے آئینے میں رُخِ دوست دکھا کر متوالا اور دیوانہ بنا دیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے سرزمین افغانستان پر شہادتوں کی لہلہاتی فصل تیار ہوگئی۔ میں نے انہیں بارہا گنگناتے سنا......

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

افغانستان میں جہاد اور تحریکِ طالبان کے دوران روس اور امریکہ دونوں انہیں للچائی نظروں سے دیکھتے رہے اور اپنا اپنا دام بچھا کر بیٹھے رہے کہ شاید یہ شہباز کسی دانے کی بدولت پھنس جائے لیکن تھوڑے ہی عرصے میں سب کو معلوم ہوگیا کہ...... ع کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

تحریک طالبان افغانستان کے سرپرست و پشتیبان اور سب سے بڑھ کر ناامیدی و خوف کے دور میں حضرت شہیدؒ امارتِ اسلامیہ افغانسان کے سب سے بڑے ترجمان بنے رہے۔ شہادت سے ایک ماہ قبل بھی افغان حکومت کے اعلیٰ سطحی حکومتی وفد کو کھری کھری اور صاف باتیں سنائیں۔ اکثر مفکرین اور تجزیہ نگاروں کے مطابق اسی ملاقات کے بعد دشمنانِ اسلام اور استعماری قوتوں نے طئے کرلیا تھا کہ مولانا سمیع الحقؒ کو راستے سے ہر حالت میں ہٹانا اب ناگزیر بن گیا ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی ہدایات و تعلیمات میں امارتِ اسلامیہ افغانستان کے

قائدین اور مجاہدین کو ایک نیا آہنگ دیا کہ مشرق ومغرب پر انحصار نہ کریں بلکہ اپنے زورِ بازو سے خود کفالت کی راہ اختیار کریں، یہی وجہ ہے کہ آج افغانستان دُنیا کے کسی ملک کا ایک پائی کا بھی مقروض نہیں ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے تربیت یافتہ طالبان میدانِ عمل میں ہیں اور روس کے بعد امریکہ کو بھی مار بھگا کر افغانستان میں فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیے ہیں، طالبان، روس کے بھی فاتح ہیں اور امریکہ کے بھی فاتح ہیں ......

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پہ اسرارِ شہنشاہی

یہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تعلیم وتربیت، رہنمائی وسرپرستی اور فروغِ علم و جہاد کی مخلصانہ دعوت وتبلیغ تھی جس نے الفاظ کو باقاعدہ زبان دی جس نے ان کی نوک کو خنجر وسنان اور پلک کو شمشیر و تیر بنا دیا یہی تعلیم وتربیت کے الفاظ وحروف طوفان بن گئے اور روس وامریکہ کے جور وستم کے سبھی خس وخاشاک کو بہا کر لے گئے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ تعلیم وتربیت کے ساتھ عملاً میدانِ جہاد میں اُترے تو ان کی دعوت وخطاب کے الفاظ بجلی کی چکاچوند بن گئے جنہوں نے ظالم طاقتوں کی آنکھیں چندھیا دیں، یہ جہاد وانقلاب ہی ہے جس نے کسی فکر کو منطق کا صغریٰ کبریٰ اور فلسفے کی گتھی نہیں بننے دیا بلکہ ایک پیغامِ حیات بنا دیا ہے۔ کسی نظریۂ تعلیم وتربیت اور کسی فکر کی پشت پر کوئی انقلابی اور عملاً جہادی شخصیت نہ ہو تو فکر صرف شطرنج کی بازی بن جاتا ہے جسے کھلاڑی کھیلتے رہیں اور چاہیں تو قیامت تک ختم نہ ہونے دیں مگر عملاً جہادی وانقلابی شخصیت، فکر کو پارہ بنا دیتی ہے جو جسم میں جاتی ہے۔ برابر تھرکتی رہتی ہے اور اذہان کو کباب بنا دیتی ہے نہ اس پہلو چین نہ اس کروٹ قرار

ع جو جل اُٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی علمی اور فکری تربیت نے افغان مجاہدین کو غلبہ اسلام کے صحیح راستے پر لگا دیا۔ انقلابی مجاہد نے ان کی اُنگلی پکڑ کر منزل پر پہنچا دیا، میدانِ کارزار میں دو سپر پاورز کو لوہے کے چنے چبوائے، روس کو شکست فاش دے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور امریکہ کو ذلیل ترین شکست سے دوچار کر کے دنیا میں قیامِ امن اور نفاذِ شریعت کی راہ ہموار کر دی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ضخیم کتابیں اور تصنیفات و تالیفات ایک عظیم علمی کارنامہ ہے مگر ان کے انبار انہیں وہ مقام نہ دے سکے جو روشن جہادی کردار نے انہیں عظمتوں کی رفعتوں پر پہنچا دیا ہے۔

آج دونوں سپر پاورز' روس وامریکہ کے فاتح افغان مجاہدین' طالبان بالخصوص حقانیین اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کی قیادت نے مولانا سمیع الحق کی شہادت پر جو تأثرات (درج ذیل تعزیتی قرارداد کی صورت میں) جریدۂ عالم پر ثبت کردیے ہیں۔

اس کے مطالعہ سے قطعی طور پر یہ حقیقت کھل کر واضح ہوجاتی ہے کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے وہ سارے اسرار و رموز کھول دیے ہیں جو کسی فلسفی سے حل نہ ہوئے اور کسی منطقی سے کھل نہ سکے قلم کی سیاہی مٹ سکتی ہے مگر خون کی سرخی انمٹ ہوتی ہے قلم کی نگارشات صفحات کی زینت بنتی ہیں جبکہ خونِ شہید لوحِ کائنات پر ثبت ہوجاتا ہے جسے زمانہ مٹانا بھی چاہے تو نہیں مٹا سکتا۔

ع خون پھر خون ہے جم جاتا ہے رنگ لاتا ہے

تاریخ کا یہ صدیوں کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جس طرح ''فرزانے'' حیلہ سازی سے باز نہیں آتے، اسی طرح ''دیوانے'' بھی جان کی بازی سے کبھی نہیں رُکتے سوایک ''خو'' حکمرانوں اور ظالم طاقتوں کی ہے اور ایک وضع افتادگانِ خاک کی' نہ وہ اپنی عادت بدلنے پر قادر نہ یہ اپنی روایت چھوڑنے کو تیار۔ نام ونمود، زرو جواہر کے بھوکے اور دُنیا کے پجاری وزارت کا عہدہ پاکر پھولے نہیں سماتے اور مجاہدین شہادت کا مرتبہ پاکر اُتھلاتے نظر آتے ہیں دنیاداروں کی نظر میں مجاہدین وشہداء ہر لذت' خوشی' لطف' کیف اور سرور سے محروم ہوتے ہیں جبکہ شہیدوں کی روحیں ایسے لوگوں کو متوجہ کرکے کہہ رہی ہوتی ہیں ....

ایسے دیوانے تو نہ تھے جہاں سے گذرنے والے ناصحو چند کروراہ گذر تو دیکھو

بہرحال! عالمی سپر پاورز اور ان کے پجاری خنجر چلاتے رہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ان کے شاگردانِ رشید اپنے جگر آزماتے رہے بالآخر خنجر کے مسلسل وار اور ظالموں کے وحشیانہ کردار نے شہداء کو خلعتِ خونِ شہادت پہنا دی۔ تخت کے بدمست خوش ہوگئے کہ اسلامی جہاد کی فکر پر جبر غالب آگیا لیکن مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ہزاروں شہداءِ افغانستان کی آخری ہچکی قوم وملت کے لئے کلبانگ مسیحا بن کر درندہ صفت ظالم قوتوں کو پیغام دے گئی ......

دورِ حیات آئے گا قاتل قضاء کے بعد ہے ابتداء ہماری تیری انتہاء کے بعد

اسلام اور دینی اقدار کے ابدی دشمنوں نے بزرگ علمی اور دینی شخصیت شیخ القرآن والحدیث مولانا سمیع الحق نور اللہ مرقدہ پر بھی رحم نہیں کھایا، وہ اپنی عمر اور بیماری کے لحاظ سے اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ کسی سہارے کے بغیر چل نہیں سکتے تھے، گزشتہ دنوں پاکستان کے شہر راولپنڈی میں اپنے گھر میں عصر کے وقت چند درندہ صفت لوگوں نے بیدردی کے ساتھ ان پر چھریوں کے وار کرکے شہید کردیا، ان کے جنازے میں لاکھوں افراد نے شرکت کی اور انہیں دارالعلوم حقانیہ میں اپنے والد بزرگوار شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے پہلو میں سپرد خاک کردیا گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک جید عالم دین تھے، عالم اسلام کی سطح پر سیاسی رہنماء اور سچے انسان تھے، وہ ہر میدان میں اور ہر حساس موقع پر مسلمانوں کے دفاع کیلئے آواز اٹھاتے تھے، اسلامی تہذیب اور جہادی اقدار کے دفاع کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے، انہوں نے اپنی ساری زندگی درس وتدریس، دینی کتب کی تالیف اور پاکستان میں امریکی اور مغربی سازشوں کو ناکام بنانے کی جدوجہد میں گزاری، وہ فلسطین، افغانستان، کشمیر، بوسنیا، عراق اور دیگر اسلامی ممالک میں طاغوتی اور استعماری قوتوں کی جانب سے ڈھائے گئے مظالم پر صدائے حق بلند کرتے اور ان کا دفاع کرتے تھے، بالخصوص جب افغانستان پر سوویت یونین نے حملہ کیا تو مولانا شہیدؒ نے اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مظلوم افغان عوام کی ہر قسم کی امداد کی، مجاہدین اور مہاجرین کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کیلئے انکے پروگراموں اور تقریبات میں شرکت فرماتے تھے اور انہیں خراج تحسین پیش کیا کرتے تھے، اسی طرح وہ جہادی تنظیموں کے درمیان وحدت اور اتفاق کی بھی کوشش کرتے تھے، ملکی اور عالمی سطح پر مجاہدین کے مؤقف کی حمایت کرتے تھے، جب امریکی پرچم تلے درجنوں ممالک نے افغانستان پر جارحیت کا ارتکاب کیا تو مولانا شہیدؒ اصولی مؤقف اور اپنے دینی فریضے کے طور پر افغان مظلوم عوام اور مجاہدین کیساتھ کھڑے رہے، بہت مشکل حالات کے باوجود ان کی سیاسی اور اخلاقی حمایت کا اعلان کیا، جس طرح مولانا شہیدؒ کی شہادت کے حوالے سے امارت اسلامیہ کے جاری کردہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ مولانا صاحب پر قاتلانہ حملہ بلاشبہ اسلام دشمنوں کا کام ہے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ مولانا سمیع الحق جیسی قدآور دینی شخصیت امت مسلمہ کو جاگنے کا درس دیتی رہے اور اسلامی اقدار اور تہذیب کا دفاع کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تمام دینی اور اسلامی خدمات قبول فرمائے ان کے جامعہ کو قائم ودائم رکھے۔ (آمین)

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کے متعلق

امارت اسلامیہ افغانستان کا اعلامیہ

المناک اطلاع ملی کہ مملکت پاکستان کے مایہ ناز عالم دین اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم جناب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو نامعلوم افراد نے شہید کردیا۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

امارت اسلامیہ افغانستان جناب مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی شہادت کو تمام عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان وافغانستان کے مسلمان عوام کیلئے عظیم اور ناقابل تلافی ضائعہ سمجھتی ہے ،اس حوالے سے مولانا صاحبؒ کے معزز خاندان ، جمعیت علماء اسلام پاکستان کے تمام دینی حلقہ جات اور مسلمہ امہ کو دل کی گہرائیوں سے تعزیت پیش کرتی ہے ،اللہ تعالیٰ سے شہید مولانا صاحبؒ کیلئے جنت الفردوس ، اقرباء، متعلقین ، دینی طبقات ، پاکستان عوام اور امۃ مسلمہ کو صبر جمیل اور اجر جزیل کی التجاء کرتی ہے۔

شہید مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے اپنی تمام زندگی کو تعلیمی اور سیاسی شعبوں میں دین کی خدمت کیلئے وقف کررکھا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر جہادی تحریکات کے ساتھ ان کی وابستگی اور ہماری خصوصی سرپرستی زندگی کے آخری لمحے تک آپ فرماتے رہے اور اسی وجہ سے ظالموں نے بیدردی کے ساتھ انہیں شہید کردیا ،انہوں نے افغان مظلوم ملت کیساتھ سوویت یونین کی جارحیت اور امریکی قبضے کے خلاف ناقابل فراموش خدمات انجام دیتے ہوئے ان کا ساتھ دیا، ہمیشہ حق کی بات جراءت سے کرتے اور افغان عوام کی مظلومیت کی صدا کو بلند کی۔امارت اسلامیہ افغان مسلمان عوام کی نمائندگی سے شہید مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی شہادت پر افسوس کا اظہار کرتی ہے اور ان کے قاتلوں کیلئے اللہ تعالیٰ سے عظیم جزا اور رسوائی کی التجاء کرتی ہے۔تحریک طالبان افغانستان کا یہ نمائندہ اجتماع آپ کو عمر بھر افغان مجاہدین وتحریک طالبان کی سرپرستی فرمانے اور اس بڑھاپے میں شہادت کے عظیم مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کو "امام الشہداء" کا لقب دیتی ہے۔مولانا سمیع الحق صاحبؒ پر قاتلانہ حملہ بیشک اسلام کے دشمنوں کا فعل تھا،وہ نہیں چاہتے کہ مولانا سمیع الحق صاحب رحمہ اللہ کی طرح مایہ ناز اور معصم شخص امت مسلمہ کو بیداری کا درس دے ،اسی لئے انہیں نہایت بزدلی سے شہید کردیا،اللھم اغفرہ وارحمہ وتجاز وعنہ

(آخری قسط)

بیرسٹر ظفر اللہ خان
سابق وفاقی وزیر قانون

فلسفہ اجتہاد

جدوجہد کی ضرورت واہمیت

حضرت اقبالؒ نے بارہا جدوجہد کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا ہے اس لیے کہ آزادی عمل ایک انعام ہے جسے جیتا جانا چاہیے۔

میارا بزم بر ساحل کہ آنجا　　　نوای زندگانی نرم خیز است
بہ دریا غلت و باموجش در آویز　　　حیاتِ جاودان اندر ستیز است

ساحل پر بزم آرائی نہ کرو، وہاں نغمہ زندگی بہت دھیما ہے، دریا میں غوطہ زن ہو اور موجوں سے زور آزمائی کرو، کیونکہ دائمی زندگی جدوجہد میں مضمر ہے (لالہ صحرا: پیام مشرق)

چکنم کہ فطرتِ من بہ مقام در نسازد　　　دل ناصبور دارم چو صبا بہ لالہ زاری

"کیا کروں، میں فطری طور پر زیادہ عرصہ ایک جگہ پر ٹک نہیں سکتا، میں دل مضطرب رکھتا ہوں، جو ایسے مچلتا ہے جیسے مغرب کی طرف سے آنے والی ہوا سے گل لالہ کے کھیتوں میں ہلچل مچتی ہے"

چو نظر قرار گیرد بہ نگار خوبروئے　　　تپد آن زمان دل من پی خوبتر نگاری

"جونہی میری نظریں ایک خوبصورت چہرے سے ٹکراتی ہیں، میرا دل اس سے بھی زیادہ خوبصورت چیز کے لیے مچلنے لگتا ہے"

ز شرر ستارہ جویم ز ستارہ آفتابی　　　سرِ منزلی ندارم کہ بمیریم از قراری

"میں چنگاری سے ستارہ تلاش کرتا ہوں اور ستارے سے سورج، منزل کا کچھ پتہ ہی نہیں، ٹھہراؤ کی وجہ سے مرا جارہا ہوں"

چو ز بادۂ بہاری قدحی کشیدہ خیزم　　　غزلی دگر سرایم بہ ہوای نو بہاری

"جب ایک چشمے سے کشید کی ہوئی شراب نوش کر کے اٹھتا ہوں تو دوسرا شعر الاپتے ہوئے ایک اور چشمہ تلاش کرنے لگتا ہوں"

طلسم نہایت آن کہ نہایتی ندارد بہ نگاہ ناشکیبی بہ دل امیدواری

''میں اس چیز کی انتہا ڈھونڈتا ہوں جس کی کوئی نہایت ہے ہی نہیں، بے قرار نظروں اور پر امید دل کے ساتھ جی رہا ہوں'' (حوروشاعر: پیام مشرق)

تغیر وثبات زندگی کے لئے لازمی ہے

زندگی کے لیے تغیر و ثبات دونوں ہی نہایت ضروری ہیں۔ تغیر صرف اس صورت میں اچھا ہوتا ہے جب وہ اپنے اندر انسانیت کے لیے کوئی افادیت رکھتا ہو اور بقائے انسانیت کے لیے کوئی کردار صرف وہ قومیں ادا کرسکتی ہیں جو علم کے زیور سے آراستہ ہوں اور بنی نوع انسان کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوں۔

قوموں کے عروج وزوال

ہمیں بحیثیت انسان اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ کیا ہم زمان و مکان میں رونما ہونے والے تغیر و تبدل کا ساتھ دے رہے ہیں؟ کیا ہمارے پاس وہ علم موجود ہے جس کی ہمیں زمانے کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ضرورت ہے؟ کیا ہم انسانیت کی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں؟ کیا ہم عہد حاضر کے چیلنجوں کا مناسب جواب دے سکتے ہیں؟ یہی وہ سوالات ہیں جن کا دور جدید کے مورخ آرنلڈ ٹائن بی نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب A Study of History (مطالعہ تاریخ) میں جائزہ لیا ہے۔ اس کتاب میں وہ پوری تاریخ انسانیت میں قوموں کے عروج وزوال کی وضاحت کرتا ہے۔

سماج کی از سر نو تشکیل

ٹائن بی نے تہذیبوں کی فرداً فرداً نشاندہی کرتے ہوئے انہیں اکائیاں (units) قرار دیا ہے اور وہ ہر تہذیب کے لیے ایک للکار (challenge) اور ایک جواب (response) کا تصور پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تہذیبیں چند شدید مشکلات کے ایک مجموعے اور ان کے جواب کے طور پر وجود میں آئی ہیں۔ تخلیقی صلاحیتیں رکھنے والی اقلیتوں نے ان کے ایسے حل وضع کئے جنہوں نے ان کے سارے سماج کی از سر نو تشکیل کردی۔

یہ للکاریں (challenges) اور ان کے جوابات (responses) مادی و جسمانی تھے جیسا کہ قدیم بابل کے سمیریوں (Sumerians) نے جواب دیا۔ جب انہوں نے جنوبی عراق کے بے قابو دلدلی علاقوں

کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اور وہ اس طرح کہ انہوں نے عہد حجری کے آخری دور کے ایسے باشندوں کو اپنے معاشرے میں ضم کرلیا جو بڑے پیانے کے آبپاشی کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکتے تھے۔ (اوران سے کام لے لیا گیا) جبکہ بعض تہذیبوں نے للکار کا سماجی جواب دیا جیسے کیتھولک چرچ نے بعداز روما کے یورپ میں چھڑنے والی بدنظمی پر اس طرح قابو پایا کہ نئی جرمن خصوصیات رکھنے والی بادشاہتوں کو ایک غیر منقسم مذہبی کیونٹی کی شکل دے دی۔

زوال کے اسباب

جب کسی تہذیب نے پیش آمدہ چیلنج (للکار) کا جواب دیا تو اس نے فروغ پایا۔ تہذیبوں کو اس وقت زوال آیا جب ان کے رہنماؤں نے موجدانہ انداز میں جواب دینا چھوڑا تو وہ قومیت، عسکریت اور مستبد اقلیت کے جبر کی وجہ سے ڈوب گئیں۔ ٹائن بی اپنی قوتِ استدلال کی بنا پر دعوی کرتا ہے کہ معاشرے قدرتی اسباب کی بہ نسبت خودکشی یا قتل کی وجہ سے زیادہ مرتے ہیں۔ خودکشی کے باعث تقریباً ہمیشہ مرتے ہیں۔ وہ تہذیبوں کے عروج و زوال کو ایک روحانی طریق کار کے طور پر دیکھتے ہوئے کہتا ہے کہ انسان جو تہذیب پاتا ہے وہ اعلی درجے کے حیاتیاتی عطیے یا جغرافیائی ماحول کے نتیجے میں وجود میں نہیں آتی بلکہ اس للکار یا چیلنج کا مناسب جواب دینے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہے جس کا وہ خصوصی نوعیت کی مشکل پیش آنے پر فقید المثال اظہار کرتی ہے۔ A Study of History by Arnold Toynbee, p.57

اسلام کی فطرت میں اجتہاد

اسلام بطور ایک مذہب فطرت جو فلسفہ پیش کرتا ہے وہ بقول حضرت اقبال یہ ہے:

اسلام ایک ثقافتی تحریک کی حیثیت سے کائنات (universe) کے قدیم جامد نظریے کو مسترد کرتے ہوئے ایک متحرک وتوانا (dynamic) نظریہ پیش کرتا ہے۔ جملہ زندگی کی حتمی و قطعی روحانی بنیاد جو اسلام کی پیش کردہ ہے دائمی و ابدی ہے اور یہ اپنا اظہار تنوع اور تغیر کی صورت میں کرتی ہے جو معاشرہ حقیقت (reality) کے ایسے تصور پر استوار ہو، اسے اپنی زندگی، دوام اور تغیر کی تمام اقسام کے ساتھ لازماً ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ اسے لازماً ازلی وابدی اصولوں کا حامل ہونا چاہیے تاکہ یہ اپنی اجتماعی زندگی کو منضبط (regulate) کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ (جو حی و قیوم ہے) ہمیں مستقل تغیرات کی دنیا میں قدم جمانے کی جگہ عطا کرتا ہے لیکن جب دائمی اصولوں کو یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ تغیر کے تمام امکانات کو خارج کر دیتے ہیں جو

کہ ازروئے قرآن اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نشانیوں میں سے ہے۔ یہ ایسے مظہر کو ساکت کے طور پر پیش کرنے کی کوشش ہے جو اپنی فطرت کے تحت اساسی طور پر متحرک ہے۔ یورپ کی سیاسی اور سماجی علوم میں ناکامی اول الذکر اصول کو روز روشن کی طرح واضح کر دیتی ہے؛ اسلام کی گزشتہ پانچ سو سالوں کے دوران حرکت ناپذیری (immobility) موخر الذکر اصول کی وضاحت کر دیتی ہے تو پھر اسلام کی تشکیل میں اصول تحرک کیا ہے؟ اسے اجتہاد کہا جاتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے: ہم کیسے یقین حاصل کریں کہ ہم پہلے ہو چکے ہوئے تغیر سے جا ملیں گے کہ ہم بہتری کی طرف بڑھ رہے ہیں اور یہ کہ ہم بنی نوع انسان کے لیے نفع بخش ہیں؟ ان مقاصد کے حصول کے لیے ہمیں اپنے آپ کو جانچنا اور اپنا احتساب کرنا ہوگا۔

خود احتسابی کے دو طریقے

اپنا احتساب کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں: یہ کام ہم خود کریں یا دوسروں کو اجازت دیں کہ وہ ہمارا احتساب کریں۔ اسلام ہمیں خود احتسابی (self-reckoning) کی تعلیم دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے خود احتسابی کے عمل کو پسند فرماتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے "پھر قسم ان کی جو جھڑک کر چلاتے ہیں"

یہ تصوف کی تعلیمات کا ایک لازمی جزو ہے کہ ہر رات سونے سے پہلے ہم اپنے دن بھر کے اعمال پر غور و فکر کریں۔ اپنا محاسبہ کریں اور اپنے آپ کو جانچیں، ہر لمحے کے بارے میں سوچیں اور ہر قدم پر غور کریں۔ صوفیائے کرام کے دو اصول ہیں (i) نظر بر قدم (اپنے قدموں کا مشاہدہ کرنا) اور (ii) نگاہ داشت (دھیان رکھنا)

(۱)　نظر بر قدم (اپنے قدموں کا مشاہدہ کرو): اپنی توجہ کو مسلسل مقصد پر مرکوز رکھو۔ قدموں کا مشاہدہ کرنے کا مقصد اپنے حالات پر نظر رکھنا بھی مراد ہے۔ اس امر کا خیال رکھو کہ اقدام کرنے کے لیے کونسا وقت صحیح ہے؟ کون سا وقت ایسا ہے کہ اقدام نہ کیا جائے اور کون سا وقت توقف کے لیے صحیح ہے؟ بعضوں کا خیال ہے کہ نظر بر قدم ایک جملہ ہے جو کسی کے فطری مزاج میں مضمر دانش کا حوالہ دیتا ہے۔

(۲)　نگاہ داشت (دھیان رکھنا): تمام اجنبی اور ضعیف خیالات اور اعمال کا مقابلہ کرو، ہمیشہ خیال رکھو کہ تم کیا سوچ رہے ہو اور کیا کر رہے ہو؟ تاکہ ہر گزرتے واقعے اور تمہاری روزمرہ کی

زندگی کے ہر معاملے پر تمہاری بقائے دائمی کا نقش ثبت ہو سکے۔خبردار رہو! خیال کرو کہ کونسی چیز تمہاری توجہ کو کھینچتی ہے؟ اپنی توجہ کو ناپسندیدہ چیزوں سے واپس موڑنا سیکھو، اس امر کا اس طرح بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ خیالوں میں چوکنا رہو اور اپنے آپ کو یاد رکھو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے فکر اور عمل کے ہر پہلو کے بارے میں محتاط اور ہوشیار رہنا چاہیے، یہ مسلسل خود احتسابی بطور فرد اور بطور قوم ہماری بقا کے لیے ناگزیر ہے۔

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم　　　کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

مسجد قرطبہ: بالِ جبریل از محمد اقبال

اسلام میں تصورِ اجتہاد

اسلام نے تغیر اور ثبات کے دو اساسی اصولوں کو درست قرار دیا ہے۔ اسلام کے اندر بھی چند نظریات ہیں جنہیں محکمات (مستقل) کہا جاتا ہے جو زمان یا مکان کی تبدیلی کے تابع نہیں ہیں۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (آل عمران: ۷)

"وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں بعض آیتیں محکم ہیں (جن کے معنی واضح ہیں) وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری مشابہ ہیں جن کے معانی معلوم یا معین نہیں"

مثال کے طور پر خدا کی وحدانیت پر ایمان لانا، رسولوں پر ایمان لانا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر ایمان، قرآن پر ایمان، جزا و سزا پر ایمان، بنیادی اشیائے ضرورت کے جائز و ناجائز ہونے پر ایمان، یہ سب دائمی و مستقل اصول ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہ بنیادی عقائدِ ایمان ہیں جو اثبات و استحکام کے تقاضے پورے کرتے ہیں اور صحت مند انسانی نفسیات او راجتماعی وجود کے لیے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

اسلام نے تغیر و تبدل کے ساتھ ہم قدم ہو کر چلنے کے لیے ہمیں اجتہاد کا تصور دیا ہے۔ لفظ اجتہاد عربی کے لفظ جہد سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں جدوجہد (جہد فی الامر کسی کام کیلئے بہت کوشش کرنا) بالخصوص اجتہاد کے معنی ہیں گہرے غور و فکر کے ذریعے اپنے آپ سے سخت مقابلہ کرنا، اسلامی قانون میں اجتہاد کے معنی ہیں ایسے مسائل کی آزادانہ یا فطری و خلقی تعبیر کرنا جن کا قرآن پاک اور سنت (حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ارشادات) اور اجماع (اہل علم کے اتفاق رائے) میں واضح طور پر اور حسب ضرورت ذکر موجود نہیں۔ قرون اولیٰ کی امت مسلمہ میں مناسب استعداد اور اہلیت رکھنے والے ہر قانون دان کو اپنی فکر کو بروئے کار لاکر ان مسائل پر اپنی رائے اور قیاس کے استعمال کا حق ہوتا تھا۔ جن فقہاء نے یہ ذہنی کاوشیں کیں انہیں اصطلاحاً مجتہدین کہا جاتا تھا۔ عباسیوں کے دور (۷۵۰۔۱۲۵۸) میں مختلف مذاہب فقہی وجود میں آ گئے تھے۔ بعض سنی علماء نے تیسری صدی ہجری کے اواخر میں قرار دیا کہ اجتہاد کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور کوئی عالم کبھی بھی مجتہد کی اہلیت حاصل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ طے پایا کہ بعد میں آنے والے فقہاء کو صرف تقلید کرنا ہوگی یعنی انہیں اپنے عظیم پیشروؤں کی رائے بلا حیل و حجت مستند سمجھنا ہوگی اور وہ زیادہ سے زیادہ اس امر کے مجاز ہوں گے کہ وہ اپنی قانونی رائے ان مسلمہ نظائر (established precedents) کی روشنی میں قائم کریں، اہل تشیع (جو اسلام کے اندر ایک اقلیتی فرقہ ہے) نے اس معاملے میں سنیوں کی کبھی پیروی نہیں کی اور وہ اب بھی اپنے سرکردہ فقہاء کو مجتہد قرار دیتے ہیں، اس کے باوجود متعدد سنی ممتاز علماء مثلاً شیخ ابن تیمیہؒ اور امام جلال الدین سیوطیؒ نے خود کو مجتہد کے طور پر پیش کرنے کی جرأت کی۔

نئے چیلنجز کا جواب

انیسویں اور بیسویں صدی میں متعدد اصلاحی تحریکیں اٹھیں جنہوں نے بڑے زور و شور سے اجتہاد کے احیاء کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اسلام کو ان بدعتوں کی ضرر رسانیوں سے نجات دلائی جائے جو صدیوں سے چلی آ رہی ہیں اور ایسی اصلاحات کی جائیں جو اسلام کو جدید دنیا کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے قابل بنا دیں۔ اسلام اپنے بنیادی اصولوں (محکمات) کے تحت ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اجتہاد کے ذریعے ہر نئے چیلنج کا جواب دیں، قرآن مجید اور احادیث کی ہر دور کے مطابق تشریح و تعبیر کی ضرورت ہے، اگر ہم قرآن پاک یا احادیث میں کسی مسئلے پر اپنی رہنمائی نہیں پاتے تو پھر ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی ذہانت اور تمثیلی استدلال سے کام لیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، یمن اس وقت ریاست مدینہ کے سیاسی اثر تلے آ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ پیش ہو جائے تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرونگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی نہ پاؤ اور کتاب اللہ میں بھی نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کروں گا۔ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے سینہ کو تھپتھپایا اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں، جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد (معاذؓ) کو اس چیز کی توفیق دی، جس سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی ہیں (سنن ابوداود)

اس حدیث شریف سے یہ بالکل واضح ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم تصور سے دیکھ لیا تھا کہ انسانی تہذیب کی مسلسل ترقی کے جاری عمل کی وجہ سے یقیناً ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب مسلمان قرآن وسنت سے براہ راست رہنمائی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب کو بے حد پسند فرمایا کہ وہ جن معاملات کے بارے میں قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل نہیں کر پائیں گے وہ آزادانہ طور پر سوچیں گے اور ایسا کرتے ہوئے قرآن پاک میں مذکور رحم، انصاف، غیر جانبداری اور مساوات کے بنیادی اصولوں کو یقیناً ذہن میں رکھیں گے۔ یہی اجتہاد کے تصور کا ماخذ ہے۔

اس سیاق وسباق میں ایک اور حدیث بھی قابل ذکر ہے۔ جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کے عمل زیرہ پوشی (pollination) کو پسند نہ کیا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ہم چند لوگوں کے پاس سے گزرنے لگے تو وہ اپنی کھجوروں کے بالائی حصے پر کچھ کام کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ (بعض لوگوں نے) جواب دیا: یہ درختوں میں نرحصوں کو مادہ حصوں کے ساتھ ملا کر زیرہ پوشی کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا انہیں خیال کہ اس سے کوئی فائدہ پہنچے گا۔ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بتائی گئی اور انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے یہ کام چھوڑنے سے متعلق مطلع کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ ان کو فائدہ پہنچاتا ہے تو پھر انہیں یہ کرنا چاہیے۔ میں نے محض ایک خیال ظاہر کیا تھا، مجھے اظہار خیال پر اس کا ذمہ دار مت ٹھہراو، جب میں تم سے اللہ تعالیٰ سے متعلق کچھ کہوں اسے قبول کر لو کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی بات نہیں کہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا اپنی دنیاوی زندگی کے بارے میں تم بہتر جانتے ہو۔ (صحیح مسلم)

عادت ورواج

اس سے عام بھلائیوں پر ایمان معروف کا تصور دیا گیا ہے۔عرف ایک رائج الوقت قاعدے یا رسم کو کہا جاتا ہے جسے لوگوں کا اجتماعی شعور قبول کرتا ہے اور قابل اعتبار ہوتی ہے۔عربی میں ایک عادت یا رواج جسے وسیع پیانے پر قبولیت اور احترام حاصل ہو اس کو معروف کہا جاتا ہے، معروف ایک اسلامی تصور ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جسے عام طور پر جانا پہچانا جاتا ہو، اسے سمجھا، تسلیم کیا جاتا اور قبول کیا جاتا ہو۔قرآن مجید میں اس کا چالیس سے زیادہ مقامات پر ذکر آیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث کی رو سے بنی نوع انسان کا اجتماعی ضمیر جس بات پر بھی متفق ہو جائے مسلمانوں کو اسے بطور ایک امر لازم قبول کر لینا چاہیے۔

عصری علوم سے آگاہی

قرآن پاک اور احادیث کے مطالعہ سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ تمام مسلمانوں کے لیے عصری علوم سے آگاہی حاصل کرنا ایک فریضے کی حیثیت رکھتا ہے اور انہیں اچھے اور مشترکہ طور طریقوں کو قبول کرنا چاہیے۔ اجتہاد اور معروف آنے والی تبدیلیوں کے ساتھ ہم قدم ہو کر چلنے کے لیے ذرائع اور وسائل ہیں۔ابتدائی دور کے مسلمانوں نے ان خدائی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر بہت سے مسائل کے حل ڈھونڈ لیے تھے۔درحقیقت انہوں نے نئے نئے شعبہ تعلیم تخلیق کئے اور دنیا کی قیادت کی۔اس طرح وہ دنیا کے بڑے حصے پر صدیوں حکمرانی کرتے رہے۔

مسلمانوں نے بطور ایک امت عمومی اجتہاد کے دروازے بند رکھے ہوئے ہیں اور معروف پر یقین کرنا بھی ترک کر دیا ہے، وہ ماضی کے ساتھ زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں جو غیر متغیر ہیں اور ایک یادگار ماضی بن کر زندگی گزار رہے ہیں اور اپنے گرد و پیش کی دنیا سے ہم آہنگ اور ہمقدم ہونا چھوڑ چکے ہیں، ایک سنجیدہ تجزیے کی ضرورت ہے تاکہ پتہ چلے کہ آج کے مسلمان کہاں کھڑے ہیں اور وہ کل کہاں چلے جائیں گے؟

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات، کشمکشِ انقلاب

(مسجد قرطبہ؛ بال جبریل از محمد اقبال)

آخری قسط

مفتی ذاکر حسن نعمانی
استاذ حدیث و تخصص جامعہ عثمانیہ پشاور

نام نہاد اسکالروں کا فتنہ فہم حدیث

بعض حضرات کی نادانی

بعض حضرات علم بالحدیث کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن کسی کتاب کی ایک عربی حدیث صحیح اعراب کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے ، نہ کسی حدیث کی حیثیت معلوم کر سکتے ہیں۔ان کا اصل اعتماد اپنی جماعت کے بڑوں پر ہوتا ہے ،حالانکہ جس طرح علم حدیث میں محدث پر اعتماد ہوتا ہے ،اسی طرح فہم حدیث کے لیے فقہاء پر اعتماد ضروری ہے، جب بڑے بڑے محدثین فقہاء کو مانتے ہیں تو آج کل کا علم حدیث کی شد بد سے نابلد فقیہ پر اعتماد کیوں نہیں کرتا؟امام ترمذی احادیث بیان کرنے کے بعد فقہاء کے مذاہب اوراقوال ذکر کرتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ذکر کر رہے ہیں اوردوسری طرف امتی (فقیہ) کا قول ۔ بظاہر تو فقیہ کا یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس فقیہ کی نظر دیگر احادیث اوراحادیث کے معانی اور علل پر ہوتی ہے۔اس کی روشنی میں ایک قول ذکر کرتا ہے اور ہر فقیہ اور مجتہد کو یہ حق حاصل ہے ۔ یہ میں ان احادیث کے بارے میں ذکر کر رہا ہوں جہاں اجتہاد کی گنجائش ہو، جہاں اجتہاد کی گنجائش نہ ہوان احادیث کو ہر فقیہ جوں کا توں قبول کرتا ہے ۔ امام ترمذی رحمہ اللہ احادیث کے بیان کے بعد فقہاء کے اقوال ذکر کرتے ہیں تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ احادیث میں نے ذکر کردیں اور معانی وہ ہیں جو فقہاء بیان فرمارہے ہیں۔

اعتمادی واسطے :فن روایت حدیث

جس میں احادیث مع سند روایت کرکے ہر حدیث کا درجہ متعین کیا جاتا ہے کہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ مشہور ہے یا غریب؟ مسند ہے یا مرسل ؟ مرفوع ہے یا موقوف؟ وغیرہ۔اس فن میں کافی کتابیں ہیں ۔اسی فن روایت حدیث میں ہمارا گزشتہ محدثین پر اعتماد ہے ،اسی طرح اصول حدیث کا وسیع فن ہے ، اس فن پر ہمارا اعتماد ہے ،اس اعتماد کے بغیر ہم اس فن میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتے ،فن حدیث میں کوئی جتنی تحقیق کرلے ،ضرور کسی معتمد پر اعتماد ہوگا، مثلاً ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے، گویا اس محقق کی تحقیق ابن حجرؒ پر اعتماد تک ہے۔ ابن حجرؒ سے آگے اس کی تحقیق رک گئی ،اس لیے کہ ابن حجرؒ اس محقق کا معتمد ہے۔اسی

طرح احادیث کے معانی اور علل جاننے کے لیے اصول فقہ، فقہ اور فقہاء پر اعتماد ضروری ہے۔ نصوص (قرآن وحدیث) وغیرہ میں تعارض آجائے یا کسی نص کے معانی وعلل سمجھنے میں فہم کا اختلاف ہو یا استنباط کی ضرورت ہو تو مجتہدین فقہاء پر اعتماد ضروری ہے پھر جس کا جی چاہے اپنے عقیدت والے معتمد فقیہ کی تقلید اور اتباع کرے۔

فقہ السنہ: احادیث شریفہ سے مستنبط ہونے والے مسائل شرعیہ کو فقہ السنۃ کہتے ہیں، جن احادیث سے احکام دینیہ مستنبط ہوتے ہیں ان کی تعداد تقریباً تین ہزار ہے۔

نام نہاد اسکالروں کی غلطیاں: میڈیا پر آنے والے بعض ایسے نام نہاد اسکالرز ہیں جن کا شمار محدثین میں ہوتا ہے نہ فقہاء میں بلکہ ان کا مبلغ علم احادیث شریفہ کے اردو تراجم ہیں، عوام کے سامنے کتاب کا نام، حدیث کا نمبر اور ترجمہ بیان کرتے ہیں، جن کی وجہ سے بعض احادیث کے بیان کرنے سے عوام میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں یا ان احادیث کی بناء پر عوام شکوک وشبہات کا شکار ہوجاتے ہیں حالانکہ ان اسکالروں کو چاہیے کہ ایسی کوئی حدیث ذکر نہ کریں جس کا صحیح مطلب عوام سمجھ نہ سکیں یا یہ اسکالر زان کو سمجھا نہ سکیں۔ یہ اسکالرز قصداً ایسی احادیث کا ذکر کرتے ہیں کہ لوگوں کا علماء اور فقہاء سے اعتماد ختم ہوجائے اور لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ ہم حدیث کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ان اسکالروں کو چاہیے کہ جس کتاب سے جو حدیث ذکر کریں اس کتاب کی مستند عربی شروح بھی موجود ہیں وہاں سے اس حدیث کا پورا اور صحیح مطلب بھی ساتھ بیان کریں۔اول تو یہ حضرات ایسا کر نہیں سکتے، یا قصداً نہیں کرتے تا کہ حدیث ،محدث اور فقہاء سے عوام کا اعتماد اٹھ جائے۔ حدیث بڑا گہرا علم ہے عوام کے سامنے صاف اور واضح حدیث بیان کرنی چاہیے یا پھر فقہ کی مستند کتاب کا مسئلہ بیان کریں تا کہ عوام بغیر کسی جھجک کے اس پر عمل کریں۔

غلط فہمی کی مثال: میرے پاس کسی نے ایک حدیث میسج کے ذریعہ بھیجی، اس کا عنوان ہے، سحری کھاتے اذان ہوجائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو جو برتن (چائے کا کپ، پانی کا گلاس، دہی کا پیالہ وغیرہ وغیرہ) تمہارے ہاتھ میں ہو، (یا سامنے ہو) اس کو فوراً نہ رکھ دو بلکہ اپنی حاجت پوری کرلو (کھاپی لو) (سنن ابی داؤد ۲۳۵۰)

آپ اندازہ لگائیں کہ عام لوگ اس حدیث سے کیا اثر لیں گے، ادھر صبح کی اذان ہو رہی ہے اور لوگ کھاپی رہے ہیں، اپنا روزہ خراب کررہے ہیں۔میسج میں صرف حدیث کا ترجمہ بھیج دیا ہے، دوسری طرف مسلم اصول ہے کہ روزہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہے تو فجر کی اذان کے دوران سحری کھانے کا کیا مطلب ہے؟ حدیث تو لوگوں نے شیئر کردی، کہیں سے اردو ترجمہ نقل کردیا لیکن اس حدیث کا عربی شروح میں جو صحیح

مطلب بیان ہوا ہے، اس کو عوام سے چھپادیا یا حدیث کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکتے، اسلئے بیان نہیں کرتے، اس حدیث کو میسج کے ذریعہ ایک دوسرے کو شیئر کرنے سے کیا مقصد ہے؟ صرف یہی کہ علماء لوگوں کو تو بتاتے ہیں کہ طلوع فجر کے بعد کھانا پینا اور جماع بند ہے اور اس حدیث سے لوگوں کے ذہن میں بٹھادیا کہ علماء ویسے ہی ہمیں روکتے اور منع کرتے ہیں۔ طلوع فجر کے بعد بھی سحری کے نام سے کھانا پینا جائز ہے۔ اس حدیث کے شیئر کرنے کا نتیجہ صرف یہی ہوگا کہ لوگ علماء سے بدظن ہوجائیں گے کہ حدیث سے تو صاف معلوم ہوا کہ فجر کی اذان کے دوران رمضان میں کھانا پینا جائز ہے لیکن شاید مولوی کو یہ مسئلہ اور حدیث معلوم نہیں۔

حدیث مذکورہ کا صحیح مطلب

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ ہمارا تعلق اور ربط اسلاف اور صالحین کے ساتھ ہے جو احادیث شریفہ کے معتمد اور مستند شارحین ہیں۔ ان کے علم کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ان کے حافظے بھی بے نظیر تھے اور ان کی صحیح تشریحات پر اعتماد میں نجات ہے اور گمراہی سے حفاظت ہے میں تو ہروقت یہ دعا ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا پڑھتا رہتا ہوں اور ساتھ دعا مانگتا ہوں "اے اللہ! ہروقت ہرزمان اور ہرمکان میں ہرقسم کے گمراہ اور ہرقسم کی گمراہی سے محفوظ فرما" خود کو کچھ سمجھنا ہی گمراہی کی پہلی سیڑھی ہے۔ بہرحال! حدیث مذکورہ کا صحیح مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ

(۱) اذان سے مراد حضرت بلالؓ کی اذان اور ندا ء ہے۔ کیونکہ وہ طلوع فجر سے پہلے ہوتی تھی، سحری کھانے سے مانع ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان تھی۔ جو طلوع فجر کے بعد ہوتی۔

(۲) جب سحری کھانے کا ظن غالب یہ ہو کہ ابھی طلوع فجر نہیں ہوا، اور اذان قبل از وقت ہے تو پھر کھا پی سکتا ہے گویا یہ حکم خاص ہے اس شخص کیلئے، عام حکم نہیں کہ ہرایک ایسا کرے کیونکہ سحری کھانے پینے کا تعلق طلوع فجر کے ساتھ ہے، نہ اذان فجر کے ساتھ۔ اذان فجر تو صرف ایک علامت ہے وقت ختم ہوگیا ہے اور اذان فجر تو صلوۃ فجر کیلئے ہوتی ہے اگر سحری کھانے والے کا طلوع فجر کے بارے میں شک ہو یا علم نہ ہو تو پھر کھانا پینا چھوڑ دے

(۳) بعض کی رائے یہ ہے کہ ایک نفس طلوع فجر ہے، ایک تبین فجر ہے، آیت میں "حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود" یعنی کھانے پینے سے مانع تبین فجر ہے نہ نفس طلوع فجر یعنی فجر واضح ہوجائے تو طلوع فجر کھانے پینے سے مانع نہیں بلکہ مانع تبین فجر ہے لیکن تبین فجر کا جاننا ہرایک کا کام نہیں اسلئے احتیاط اسی میں ہے کہ بروقت سحری کھائی جائے۔

(۴) نداء سے مراد مغرب کی اذان ہے یعنی غروب شمس کے بعد نداء مغرب کھانے پینے سے مانع نہیں یعنی اذان کا انتظار نہ کرے بلکہ کھانا پینا شروع کردے۔

(۵) اس اذان کا تعلق اذان فجر کے ساتھ ہے نہ اذان مغرب کیساتھ اور نہ حالت صوم کیساتھ بلکہ نماز کے بارے میں ہے "اذاحضرت العَشَاءُ وأُقِيْمَتِ الْعِشَاءُ فَابْدَأُوْ بِالعَشَاءِ" یعنی عشاء کا کھانا حاضر ہو اور عشاء (مغرب) کی اذان (اقامت) ہوجائے تو پہلے کھانا کھالو یہ اپنی جگہ ایک الگ مسئلہ ہے، جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس آخری توجیہ سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا صائم (روزدار) سے کوئی تعلق نہیں

دوسری مثال: ہم تشہد میں پڑھتے ہیں "السلام علیك ایھا لنبی" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ بخاری شریف کی کتاب الاستیذان میں ہے: وھو بین ظھرانیناقلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبی یعنی ہم السلام علیك ایھاالنبی اس وقت پڑھتے تھے جب حضور ہمارے مابین موجود تھے۔آپ کے انتقال کے بعد ہم السلام علی النبی پڑھنے لگے، یعنی خطاب کے صیغہ سے غائب کے صیغہ کی طرف لوٹ گئے، یہ حدیث ایک صاحب نے دیکھ لی اور لوگوں کو ترغیب دیتا تھا کہ تشہد میں السلام علی النبی پڑھا کرو السلام علیك نہ پڑھو۔ ایک آدمی میرے پاس آیا اور موبائل میں حوالہ جات بھی دکھائے اور کہنے لگا کہ موصوف کا بڑا کتب خانہ ہے اور اس بات پر مصر ہے کہ سلام غائب کے صیغہ کے ساتھ پڑھو، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک اور تا قیامت ان شاء اللہ سب السلام علیك ایھاالنبی پڑھتے چلے آرہے ہیں اور پڑھتے رہیں گے۔ خطاب کے صیغہ کی حکمت اور پس منظر بیان نہیں کرتا بات لمبی ہوجائے گی لیکن پڑھنا بہرحال! خطاب کے صیغہ کے ساتھ ہے یعنی السلام علیك ایھاالنبی، بذل المجہود میں ہے قلت وھذا الذی نقل عن بعض الصحابة انھم قال فی التشھد بعد وفات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علی النبی فلیس حجة یعنی آپ کی وفات کے بعد بعض صحابہ کا السلام علی النبی پڑھنا حجت نہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ ان صحابہ کا اپنا اجتہاد اور رائے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ آپ سے اسفار، غزوات یا کسی وجہ سے غائب ہوتے تھے لیکن پھر بھی السلام علیك ایھاالنبی پڑھتے تھے، سب صحابہ کرامؓ نے آپ کی وفات کے بعد غائب کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔ لہٰذا خطاب کے صیغہ کو بدلنا صحیح نہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ سوال ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کیا تھا "انما کمانقول السلام علیك ایھاالنبی اذا کان حیا" تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ "ھکذا علمنا

وھکذا علمنا " ہم کو ایسا ہی (خطاب کے صیغہ کے ساتھ) سکھایا ہے اور ایسا ہی ہم جانتے ہیں۔
تیسری مثال: ایک نام نہاد اسکالر نے ترمذی شریف کی حدیث عوام میں انتشار پھیلانے کے لیے بیان کی کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کے درمیان مدینہ میں رہتے ہوئے جمع بین الصلاتین کی یعنی دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھیں جبکہ نہ دشمن کا خوف تھا نہ بارش کا۔آپ سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کیا تو جواب دیا کہ أن لاتحرّج امۃ تاکہ آپ کی امت تنگی میں نہ پڑے۔(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل بیان جواز کے لیے تھا)یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے ،عوام پر اس کا کیا اثر ہوگا ،ظاہر ہے جس کا جی جس وقت چاہے انفرادی طور پرنمازیں جمع کرے گا ،عوام نہ جمع صوری جانتے ہیں نہ جمع حقیقی، نہ جمع بین الصلاتین کے اعذار جانتے ہیں نہ نصوص اور امت کے متواتر عمل سے خبردار ہیں کہ نمازیں مساجد میں یا غیر مساجد میں انفرادی ہوں یا جماعت کے ساتھ اپنے اپنے وقت میں ادا ہوتی ہیں ان الصلاۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا یعنی نمازیں اپنے اپنے مقررہ وقت میں پڑھی جاتی ہیں ،صرف عرفات اور مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین اجماعی مسئلہ ہے ،اجماع اور تواتر سے قرآن پر زیادتی ثابت ہے۔زیادتی کا یہ مطلب ہے کہ قرآنی حکم (اپنے وقت میں نماز پڑھنا) کے علاوہ تواتر سے بھی عرفات اور مزدلفہ میں جمع تقدیم اور تاخیر ثابت اور جائز ہے ۔تمام ائمہ قرآن وحدیث کی دیگر نصوص اور اصول اجتہاد کی روشنی میں اسی بات پر متفق ہیں کہ جمع بین الصلاتین کے لیے اعذار (خوف ،بارش ،سفر وغیرہ) ہیں ۔اس وجہ سے امام ترمذی نے ابن عباس ہی کی دوسری ضعیف حدیث ذکر کی ہے کہ جس نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کیا ،وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر آیا۔یہ حدیث اگر چہ ضعیف ہے ،لیکن فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہی حدیث معمول بہ ہے ،اپنی کتاب ترمذی کی کتاب العلل میں فرماتے ہیں کہ ترمذی کی تمام روایتیں معمول بہا ہیں یعنی ان روایات پر کسی نہ کسی مجتہد نے عمل کیا ہے،البتہ دو حدیثیں ایسی ہیں جن پر کسی مجتہد نے عمل نہیں کیا۔ان میں ایک ابن عباسؓ کی حدیث بلا عذر جمع بین الصلاتین کی ہے،امام ترمذی جیسے محدث کا فیصلہ آپ نے دیکھ لیا اب سوچیں کہ نام نہاد اسکالر کا اس حدیث کو بیان کرنے سے کیا غرض ہے ،صرف یہی کہ میں (نام نہاد اسکالر) ہی احادیث کو سمجھتا ہوں ۔جس کتاب سے حدیث نقل کی اس کا فیصلہ نام نہاد اسکالر سے مختلف ہے۔اب امام ترمذی اور تمام ائمہ مجتہدین کی بات مانیں یا نام نہاد اسکالر کی ۔احناف اس حدیث پر بیان جواز کے لیے عمل کر سکتے ہیں کہ ظہر کو آخر وقت میں اور عصر کو اول وقت پر جمع صوری کے طور پر پڑھ لیں ،اسی طرح مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھ لیں ۔اگر کوئی ایک آدھ مرتبہ

بلاعذر (سفر،خوف،بارش) ایسا کر لے تو صحیح ہے لیکن اس کو معمول بنانا شریعت کا منشا نہیں۔شریعت کا منشا یہ ہے کہ ہر نماز با جماعت اپنے وقت میں پڑھی جائے تا کہ دنیا کی مشغولیت اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کرنے پائے۔جمع صوری شریعت کے منشا کے خلاف ہے صرف ضرورت کے تحت یا بیان جواز کیلئے جائز ہے،الحاصل بلاضرورت اور بیان جواز کی خاطر بار بار جمع بین الصلاتین کرے تو شریعت کے منشا اور دیگر نصوص (قرآن وحدیث) کی خلاف ورزی اور خواہش پرستی ہے۔

چوتھی مثال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ دو عیدیں (عید اور جمعہ) جمع ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھا کر لوگوں کو جمعہ کی نماز کے بارے میں عام اجازت دے دی کہ جس کا جی چاہے پڑھے جس کا جی نہ چاہے تو نہ پڑھے صلیٰ العید ثمّ رخص فی الجمعة،فقال من شاء أن یصلّیَ فلیصلّ (ابو داود باب اذا وافق یوم الجمعة یوم عید)

اس حدیث کو سوشل میڈیا کے ذریعے نشر کر کے عوام میں غلط فہمی اور انتشار پیدا کر دیا کہ جمعہ کے دن اگر عید ہو تو عید کی نماز پڑھ لینے کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنا واجب نہیں بلکہ اختیاری ہے۔

پہلا جواب: اس حدیث کی سند میں بعض رواۃ پر محدثین نے کلام کیا ہے جس کی وجہ سے حدیث میں کمزوری آگئی۔اس حدیث کے مقابلے میں شہر میں جمعہ کی فرضیت کے دیگر دلائل مضبوط ہیں،جس کی وجہ سے جمعہ کی فرضیت ختم نہیں ہوتی۔

دوسرا جواب: امام شافعیؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اس حدیث کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ یہ خطاب صرف ان دیہاتیوں سے ہے جو عید کی نماز پڑھنے کے لیے دور دور (دیہات) سے مدینہ آتے تھے۔عید کی نماز پڑھ لینے کے بعد جمعہ کی نماز تک انتظار میں حرج تھا اور ویسے بھی اہل دیہات پر جمعہ فرض نہیں تو ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپکی مرضی ہے جمعہ مدینہ میں ٹھہر کر پڑھنا چاہتے ہو یا واپس چلے جاتے ہو،عید سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے،عموماً اور عادۃً عید کی نماز پڑھنے کیلئے دیہاتی لوگ شہر کا رُخ کرتے ہیں اور جمعہ تو ہفتے میں ایک بار ہوتا ہے،عموماً دیہاتی حاضر نہیں ہوتے۔

تیسرا جواب: یہ خطاب اہل مصر (جن پر جمعہ فرض ہے) کو نہیں فرمایا تھا،اس کا قرینہ یہ ہے کہ اسی باب میں حضرت ابوھریرہؓ کی حدیث ہے "فمن شاء أجزاہ من الجمعة و إنّا مجمّعون" جو چاہے اس کے لیے عید کی نماز جمعہ سے کافی ہے اور ہم تو جمعہ پڑھیں گے۔إنّا سے مراد اہل مدینہ اور شہری لوگ ہیں جن پر جمعہ فرض ہے یعنی ہم اہل مدینہ تو جمعہ پڑھیں گے۔اس حدیث سے پتہ چلا کہ جمعہ کے دن عید کی وجہ سے جمعہ کی نماز کی فرضیت شہریوں سے ساقط نہیں ہوتی،اس وضاحت کے ساتھ

قرآن وحدیث کی نصوص میں تعارض ختم ہوکر مطلب واضح ہوجاتا ہے۔

علماء کی ذمہ داری

ہرمکان اور ہرزمان میں علماء کرام دین اسلام کے پاسبان اور چوکیدار ہیں۔کسی بھی میدان (دین وغیرہ) کاکسی نے ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔ہرآدمی جس میدان کاماہر بننا چاہے،اس کے لیے تعلیم وتعلم کے دروازے کھلے ہیں، ہرمیدان کاماہر اپنے میدان کاخادم اور پاسبان ہوتا ہے۔اپنے اپنے میدانوں کی خدمت کے ساتھ یہ بھی بڑی خدمت ہے کہ اپنے میدان کی حفاظت کرے یعنی اس میدان میں نااہلوں کی نشاندہی کرے اوران کونکال باہر کرنے کی کوشش کرے۔کسی ماہرفن کے ساتھ اس میں کوئی اختلاف نہیں کرتا کہیں لکھا ہوتا ہے کہ نقالوں سے ہوشیار رہیں۔اپنے فن کی حفاظت کے لیے مناظرہ،مباحثہ بھی جائز ہے۔اگر ماہرین فن اپنے اپنے فنون کی حفاظت نہ کریں تواصل فن مشتبہ ہوجائے گایامٹ جائے ،لوگوں کونقصان پہنچے گا۔اسی طرح سب سے اہم میدان دین کا ہے، اس میدان میں نااہلوں کی طبع آزمائی دین اسلام پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے اورسادہ لوح عوام کولوٹنا ہے۔یہ دین کی خدمت نہیں بلکہ دین اسلام کی بیخ کنی کے ساتھ مسلمانوں کودین سے بیزار کرنے کی کوشش ہے،اگرچہ ان نااہلوں کی نیت صحیح ہو۔

علمائے کرام کافریضہ ہے کہ اپنے میدان میں نااہلوں کی نشاندہی کرکے لوگوں کوان سے بچنے کی تدابیر بتلائیں بعض نااہل تواپنے غلط سلط اورمن گھڑت تشریحات اورتعبیرات کیساتھ کفرتک پہنچ جاتے ہیں، یہ خود کفرکاارتکاب کرتے ہیں اورعلماء ان کے کفرکوبے نقاب کردیتے ہیں۔علماء کافر بناتے نہیں بلکہ کافربتاتے ہیں،ڈاکٹرکسی مریض کومریض بناتا نہیں بلکہ تشخیص کے بعد اس کامرض ظاہر کردیتا ہے،مرض پہلے سے موجود ہوتا ہے جومریض کی بدپرہیزی کانتیجہ ہوتا ہے یاکوئی اوروجہ ہوتی ہے۔اس پرمریض اورلواحقین ڈاکٹرکاشکریہ اداکرتے ہیں،پھرمریض اوراس کے لواحقین علاج کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں،لہٰذا ہرماہرفن کااخلاقی،قانونی اورشرعی حق ہے کہ وہ اپنے میدان میں کسی نااہل کوگھسنے نہ دے تاکہ ہرمیدان صاف اورشفاف ہو۔ہمارادین اسلام بڑاآسان فہم،واضح،صاف اورشفاف ہے۔بغض،عناد،نفسانی خواہشات اوراغراض اوربے جاتعصب نے اس کونقصان پہنچارہاہے۔اہل حق کادلائل کی بنیاد پرمخلصانہ اختلاف،جہاں اختلاف اوراجتہاد کی گنجائش ہو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے،اوردین اسلام میں وسعت ہے۔یہ خطاء وصواب کااختلاف ہے،اس اختلاف میں غلطی کرنے والے کوبھی ثواب ملتا ہے۔یہ حق وباطل کااختلاف نہیں۔باطل کاحق کے ساتھ ٹکرانا اوراختلاف ناجائز اورمنع ہے۔حق کے ساتھ ٹکرانے والے اہل باطل ازلی بدبخت ہوتے ہیں۔

سفرنامہ ترکی

مولانا ڈاکٹر قاسم محمود
صدر مجلس علمائے کراچی و جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم

دیارِ خلافت کا سفر شوق

(قسط ۳)

بات ہو رہی تھی سلطان عالیشان کی، ان کی ہیبت، عظمت اور شان و شوکت اور برتری کا یہ عالم تھا کہ جس زمین پر سلطان سلیمان کے گھوڑے کے قدم پڑ جاتے تھے وہ اس کی ملکیت ہو جاتا تھا۔ سلطان عالیشان کی یاد انگورہ کی بکریوں سے آئی۔ کہتے ہیں کہ ضعیف العمری میں سلطان سلیمان نے ایک دن اپنے وزیر اعظم سے پوچھا کہ ہمارے بعد کیا باقی رہ جائے گا؟ وزیر اعظم نے عرض کیا یہ بات سلطان ہی جانتا ہے۔ یہ سن کر اس عظیم المرتبت بادشاہ نے جواب دیا پاشا! ہمارے بعد انگورہ کی بکریاں اور مولانا روم کے درویش باقی رہ جائیں گے۔ اللہ اکبر، رہے نام اللہ کا۔ یہ دو چیزیں آج بھی ترکی کی شناخت ہیں، مگر تاریخ سے سلطان عالیشان کا کردار بھی محو نہیں ہوا۔

انقرہ وہ شہر ہے، جس کو مرکز بنا کر اتاترک مصطفیٰ کمال پاشا نے بلقانیوں سے جنگ جیتی تھی۔ جنگ انقرہ پہلی جنگ عالمگیر کا ایک اہم معرکہ ہے، اس معرکے میں سرخروئی مصطفیٰ کمال کی کمان میں ترک قوم کے حصے میں آئی۔ بعد میں مصطفیٰ کمال اور ان کے ساتھیوں نے انقرہ کو جدید ترکی کا دار الحکومت بنانے کا فیصلہ کیا۔

اردوان کا استنبول

استنبول آج ترکی کا قدیم و جدید کا امتزاج ایک ترقی یافتہ شہر ہے۔ موجودہ صدر رجب طیب اردوان صاحب اللہ تعالیٰ انہیں لمبی عمر اور طویل اقتدار نصیب کرے اور ہر شر و آفت سے ان کی حفاظت کرے، اسی شہر استنبول سے اٹھ کر پورے ملک پر چھا گئے تھے۔ قصہ طولانی ہے، رجب صاحب بلدیاتی الیکشن جیت کر استنبول کے میئر منتخب ہوئے تو یہ شہر اور پورا ترکی تیسری دنیا کے کسی غیر مستحکم ملک کی طرح مسائل ہی مسائل سے دو چار تھا۔ شہری انفرا اسٹرکچر بری طرح ادھڑا اور اکھڑا ہوا تھا۔ استنبول شہر آلودگی سے اٹا ہوا تھا۔ اس کے چمکتے ساحل پر گندگی پھیلی ہوئی تھی۔ پانی، بجلی اور شہری انتظام کا ہر شعبہ ابتری سے دوچار تھا۔ رجب صاحب نے شہر کا نقشہ بدلنے کی ٹھانی اور کچھ ہی عرصے میں استنبول کو دلہن کی طرح سجا دیا۔ اس کے تمام شہری اور بلدیاتی مسائل حل کر دیئے، جسے دیکھ کر باشعور ترک قوم نے اپنے اختلافات

بھلا کر اس اسلام پسند اور مخلص اور وژنری رہنما کو پورے ملک کیلئے چن لیا۔ رجب طیب اردوان صاحب نے پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور اپنے ساتھ پوری ترک قوم کو زوال کی پاتال سے اٹھا کر ثریا کا ہمدوش بنا دیا ہے۔ ترکی کے اس سفر میں ہم نے جا بجا رجب طیب اردوان کی کارکردگی، اخلاص اور اپنی قوم کیلئے فکر مندی کی عملی جھلکیاں دیکھیں، تو جہاں دل سے رجب صاحب اور ان کی قوم کیلئے مزید استحکام، ترقی اور عروج کی دعا نکلی وہاں یہ آرزو بھی مچل اٹھی کہ کاش! وطن عزیز پاکستان کو بھی کوئی رجب طیب اردوان صاحب کی طرح مخلص، مدبر اور باکردار رہنما اور حکمران نصیب ہو۔

علامہ اقبال کی نظر میں

استنبول سے مسلمانان عالم کی کتنی عقیدت و محبت ہے؟ اس کی ایک جھلک شاعر مشرق علامہ اقبال کی اس نظم میں ملتی ہے، اس کے ساتھ ہی ہم استنبول کی دلپذیر حکایت ختم کر کے سفر کی روداد کی طرف آئیں گے۔ علامہ کیا ہی خوب فرماتے ہیں:

خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار مہدیِ امت کی سطوت کا نشانِ پائدار
صورتِ خاکِ حرم یہ سرزمیں بھی پاک ہے آستانِ مسند آرائے شہِ لولاکؐ ہے
نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا تربتِ ایوب انصاری سے آتی ہے صدا
اے مسلماں! ملتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر سینکڑوں صدیوں کی کشت و خوں کا حاصل ہے یہ شہر

اللہ تعالیٰ اس شہر کو سدا آباد اور پر بہار رکھے، یہ کشت و خون کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا و بشارتوں کا بھی حاصل ہے، ان شاء اللہ یہ اسلام کا گہوارہ ہی رہے گا۔ اتاترک کی ستر سال کا سیکولر جبر اس سے اسلام کا سرمایہ نہیں چھین سکا تو ان شاء اللہ کوئی اور طاقت بھی اس شہر کو اسلام کی گود سے نہیں نکال سکے گی۔

ترکی میں ہمارا پہلا قدم: حضرت ابو ایوب انصاری کی بارگاہ میں

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ استنبول کی اسلامی تاریخ کہاں سے شروع ہوتی ہے تو میں یہ کہتے ہوئے ذرا بھی تاخیر نہیں کروں گا کہ تربتِ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ جس طرح اس عظیم شہر کی اسلامی زندگی کی تاریخ تربت ابو ایوب انصاریؓ سے ہوتی ہے، ایسی ہی یہ ایک نیک شگون پر مشتمل روایت سی بن چکی ہے کہ بیرون ترکی سے وفود اور سیاحتی قافلے ترکی میں اپنے دورے کا آغاز تربت ابو ایوبؓ پر حاضری سے کرتے ہیں۔ بلا ارادہ تشبیہ جس طرح حجاز مقدس کے سفر کا آغاز عمرہ سے ہوتا ہے،

میں پھر دہراں گا بلاتشبیہ ترکی کی سیاحت اور دوروں میں حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در پر حاضری سے مسلمان بسم اللہ کرتے ہیں اور یقیناً یہ نیک شگون اور برکت کے اعتبار سے مسلمانوں کی اجتماعی دانش کی طے کردہ ایک اچھی روایت ہے۔

ہم ۲۹ رمارچ کی صبح ساڑھے آٹھ بجے استنبول پہنچے تو ہوٹل میں سامان رکھ کر ذرا سی دیر میں حسب ترتیب تیار ہو کر ہوٹل کی لابی میں جمع ہو گئے۔ جہاں منتظمین نے یہ بتا کر ہمیں نہال کر دیا کہ ترکی کی سرزمین پر ہماری سب سے پہلی سرگرمی میزبان رسول سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری اور فاتحہ ہوگی۔ ہماری خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ منتظمین کی ہدایت پر ہم پہلے سے تیار کھڑی بسوں کے ذریعے ہوٹل سے تھوڑی سی دوری پر واقع "جامع ایوپ" کی طرف روانہ ہو گئے۔ دل میں جذبات کا طوفان برپا تھا۔ دل و دماغ اس تصور سے معطر و سرشار تھے کہ اللہ اللہ وہ کیا لوگ تھے جو اللہ کا پیغام لے کر اپنے گھروں اور اہل و عیال کو چھوڑ کر ہزاروں میل دور اس سرزمین پر آئے اور آج ان کا مزار ان کی عظیم قربانیوں کی گواہی دے رہا ہے۔ دل پر عجیب سی ناقابل بیان روحانی کیفیات اور سکینت کا جوار بھاٹا جوبن پر تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانیوں اور دین حق کیلئے بے لوث خدمات کے تصور نے دل میں ایسی گداز پیدا کر دی کہ پورا وجود بھیگ سا گیا۔ بس میں ایک گائیڈ بھی رہنمائی کیلئے موجود تھا جو انگریزی میں حضرت ابو ایوب انصاری کے مزار اور اس کے قریب دیگر صحابہ کے امکانی قبور کے بارے میں انگریزی میں تفصیلات فراہم کر رہا تھا، جنہیں ہمارے گروپ کے ہر دلعزیز اور بہترین منتظم مولانا عمیر صاحب اور مولانا اسد صاحب ترجمہ کر کے اردو زبان میں ہم تک پہنچا رہے تھے۔

کچھ ہی دیر میں انتہائی شاندار اور آرام دہ بس میں شہر کے مختلف حصوں سے گزر کر ہم تربت ابو ایوب پر پہنچ گئے، جو ترکی زبان میں "جامع ایوپ" کہلاتا ہے۔ دراصل ترکی زبان میں "ب" کی جگہ "پ" اور "دال" کی جگہ "ت" استعمال ہوتی ہے۔ وہ ایوب کو ایوپ، محمد کو محمت کہتے ہیں۔ کمال اتاترک نے ترکی زبان کا عثمانی عربی رسم الخط ختم کر کے رومن رسم الخط رائج کر کے مسلم امہ اور ترک زبان کے درمیان اجنبیت کی دیوار کھڑی نہ کرتے تو یقیناً آج "زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم" کی دشواری اتنی نہ ہوتی جتنی اب ہے۔ دعا ہے کہ ترکی عثمانی رسم الخط کی طرف بھی واپس پلٹے تاکہ دوریاں کم ہوں۔

انقرہ کے بعد استنبول ترکی کا بڑا اور عظیم ترین شہر ہے، یہ ترکی کا معاشی حب اور پوری امت مسلمہ کی عقیدتوں کا مرکز ہے۔ ترکی کی سیاحت اور عقیدت کا سفر کرنے والے ہر شخص کیلئے استنبول ہی دلچسپی کا اولین مرکز اور کشش کا حامل ہوتا ہے اور بیرون ترکی سے اس مقصد کیلئے آنے والا ہر شخص استنبول پر ہی لینڈ

کرتا ہے اور یہیں سے اپنی سیاحت اور اندرون ترکی سفر کا آغاز کرتا ہے۔ ہم بھی کراچی سے بذریعہ جہاز استنبول اترے تھے۔ جیسا کہ پہلے بتا چکا ہوں ہم نے انتیس مارچ کی صبح استنبول کے ہوائی اڈے پر قدم رکھے تو یہاں کے وقت کے مطابق صبح کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔ اب ذرا ایک نظر استنبول، جس کا پرانا اور تاریخی نام قسطنطنیہ ہے، پر ڈالتے ہیں۔

استنبول کا پرانا نام قسطنطنیہ ہے، جبکہ معلوم تاریخ میں اس کا اولین نام بازنطیوم آتا ہے۔ طویل عرصے تک بازنطیوم رہنے کے بعد جب عظیم رومی شہنشاہ جسٹنین اول نے رومی سلطنت کی عنان سنبھالی تو انہوں نے اس شہر میں وسیع پیمانے پر بنیادی تبدیلیاں اور تعمیرات کیں اور پھر یہ شہر بعد کی تاریخ میں اسی کے نام پر قسطنطنیہ بن گیا۔ قسطنطنیہ یعنی موجودہ استنبول کو تاریخ میں سب سے زیادہ عرصہ دار الحکومت ہونے کا منفرد اعزاز حاصل ہے۔ یہ عظیم شہر تقریباً سولہ صدیوں تک متعدد سلطنتوں کا دار الحکومت رہا جن میں رومی یعنی بازنطینی سلطنت، لاطینی سلطنت اور آخر میں عظیم اسلامی عثمانی سلطنت شامل ہیں۔ آج تک دنیا میں کسی شہر کو اتنے عرصے تک دار الحکومت بننے کا اعزاز حاصل نہیں ہوا ہے۔ قسطنطنیہ کو استنبول عثمانی دور میں بھی متبادل کے طور پر کہا جاتا رہا ہے، تاہم سرکاری طور پر یہ ہمیشہ قسطنطنیہ ہی رہا تا آنکہ جمہوریہ ترکی کی بنیاد پڑنے کے بعد اسے مستقل استنبول کا نام دیا گیا۔ استنبول کا ایک اور منفرد اعزاز یہ ہے کہ یہ شہر دو براعظموں میں واقع ہے۔ اس کا ایک حصہ براعظم ایشیا میں جبکہ دوسرا حصہ براعظم یورپ میں واقع ہے اور دونوں کے بیچ یعنی شہر کے بیچوں بیچ آبنائے باسفورس بہتی ہے، جو اس عظیم شہر کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ آبنائے پانی کے اس بڑے حصے کو کہتے ہیں پانی کے دو بڑے حصوں کو ملائے، چنانچہ آبنائے باسفورس بحیرہ مرمرہ اور بحیرہ اسود (بلیک سی) کو آپس میں جوڑتی ہے۔ ترکی کے پانی کے جغرافیے پر بات کریں گے تو بات بڑھ جائے گی، اس لیے یہیں روک کر آگے بڑھتے ہیں۔ دو براعظموں میں واقع ہونے کی بنا پر اس شہر پر دونوں براعظموں کے رنگ اور مزاج کا بھی خوب اثر دکھائی دیتا ہے۔ پہلے بھی عرض کیا تھا کہ ترکی کا مشرقی یعنی ایشیائی حصہ اناطولیہ اور ایشیائے کوچک (چھوٹا ایشیا) کہلاتا ہے اور اس کا مغربی یعنی یورپی حصہ رومیلیا کہلاتا ہے۔ استنبول انہی دو حصوں میں بٹا ہوا ہے بلکہ ان دو حصوں پر مشتمل شہر ہے اور اس کے زیادہ تر تاریخی، ثقافتی اور مذہبی آثار یورپی حصے یعنی رومیلیا میں واقع ہیں۔ دو براعظم ایک شہر استنبول کا وہ منفرد اعزاز ہے، جو دنیا کے کسی بھی دوسرے اہم شہر کو حاصل نہیں۔

اس شہر سے مسلمانوں کی عقیدت اور دلچسپی اس وقت قائم ہوئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے اپنے ارشادات میں قسطنطنیہ فتح کرنے والے مسلمانوں کیلئے خوشخبری عطا فرمائی، چنانچہ مسند احمد کی روایت اور بہت سی دیگر روایات کے مطابق ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور قسطنطنیہ فتح کرلو گے، پس بہتر امیر اس کا امیر (قسطنطنیہ فتح کرنے والوں کا) ہوگا اور بہترین وہ لشکر ہوگا۔ یہی وہ فرمانِ عالی شان تھا جس نے ہر دور میں مسلمان فاتحین کو قسطنطنیہ فتح کرنے کا دیوانہ بنائے رکھا لیکن پے در پے حملوں کا سامنا کرنے کے باوجود بھی اس شہر کے دروازے کسی مسلمان فاتح پر نہ کھل سکے۔ خلافتِ راشدہ کے دور سے ہی جب اسلامی سلطنت کو شرق وغرب کی جانب وسعت ملنا شروع ہوئی تو قسطنطنیہ فتح کرنا ہر مسلمان سپہ سالار کا خواب بنا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ قسطنطنیہ کی فتح کیلئے جانے والی مہمات میں کئی جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ شامل رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز، ہشام بن عبدالملک، مہدی عباسی اور ہارون الرشید جیسے صاحبان سطوت خلفا و بادشاہان نے بھی قسطنطنیہ کو فتح اور تسخیر کرنے کیلئے بڑے زبردست حملے کئے مگر قسطنطنیہ کسی سے بھی فتح نہ ہوسکا، یہاں تک کہ اناطولیہ میں جب سلجوقوں کے بعد عثمانی برسر اقتدار آئے تو انہوں نے بھی قسطنطنیہ پر نگاہیں رکھیں، مگر اللہ تعالی نے اس کی فتح کا اعزاز اور ابدی سرمدی سعادت سلطنت عثمانیہ کے ساتویں تاجدار اور عظیم فرمانروا سلطان محمد الفاتح کیلئے مقدر فرمائی تھی، چنانچہ نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیش گوئی کے تقریبا آٹھ صدیوں بعد ۸۵۷ھ میں عظیم فاتح، عظیم بادشاہ سلطان محمد الفاتح نے محض اکیس سال کی عمر میں خشکی پر کشتیاں چلانے کے جنگوں کی انسانی تاریخ کا محیر العقول کارنامہ انجام دے کر نہ صرف صدیوں سے ناقابل تسخیر چلے آنے والے اس عظیم شہر کو فتح کرلیا، بلکہ تقریبا پندرہ صدیوں سے چلی آنے والی عظیم مشرقی رومن ایمپائر (جس کا دوسرا نام رومی بازنطینی سلطنت ہے) کا بھی خاتمہ کردیا۔ یہ اتنی بڑی فتح تھی کہ مورخین اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس فتح سے انسانی تاریخ کا ایک باب ہمیشہ کیلئے بند ہوا۔ اس عظیم فتح نے ہی سلطان محمد کے سر پر ہمیشہ کیلئے الفاتح یعنی عظیم فاتح کا تاج رکھ دیا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ نے بیعت عقبہ کے موقع پر اسلام قبول کیا، واپس آکر اہل وعیال میں دین حق کی تبلیغ کی اور اہلیہ سمیت کئی عزیز و اقارب کو اسلام کے دامن رحمت سے وابستہ کیا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو مدینہ طیبہ کا ہر مسلمان اس بات کا خواہشمند

تھا کہ اللہ کے رسول کی میزبانی کا شرف وسعادت عظمیٰ اس کے حصے میں آئے۔ دبی دبی آواز میں یہ شدید خواہش ہر طرف سامنے آنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اونٹنی کو جانے دو، یہ جہاں پہنچ کر از خود رکے گی، میزبانی کی سعادت وہیں کے نام ہوگی۔ یہ سعادت ازل سے طے ہوچکی تھی۔ رسول خداؐ کی اونٹنی چلتی گئی اور اپنی ازلی منزل پر جارکی، خلقت ہمراہ تھی۔ یہ منزل سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری کا گھر تھی۔ ابو ایوبؓ مسرت وشادمانی سے جھوم اٹھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض روایات کے مطابق سات ماہ تک یہاں مہمان رہے اور میزبانِ رسول کے عنوان سے ہمیشہ ہمیشہ کی سعادت کا تمغہ سیدنا ابو ایوبؓ کے سینے پر نقش ہوگیا۔

اسلام لانے کے بعد حضرت ابو ایوب دین کی خدمت کے ہر شعبے میں پیش پیش رہے۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں رومیوں کے ساتھ جہاد ان کے میدان میں وسعت پذیر ہوا تو قسطنطنیہ کی مہم کیلئے بھی در کھل گیا۔ قسطنطنیہ کی اس اولین جہادی مہم میں حضرت ابو ایوب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت پانے کیلئے شریک ہوئے، تاہم سفر کے دوران وبا پھیلی اور کئی مجاہدین اسلام اس وبا کے ہاتھوں شہید ہوئے، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔ وفات کے وقت امیر لشکر جو بعض روایات کے مطابق امیر یزید تھے، حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وصیت دریافت کی تو فرمایا میری میت دشمن کی سرزمین میں شہر پناہ کی طرف جہاں تک لے جائی جاسکے لے جائی جائے اور وہاں دفن کردی جائے، چنانچہ وفات کے بعد وصیت کی تعمیل کی گئی، تمام فوج نے ہتھیار سجا کر رات کو میت قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفن کی، نماز میں جس قدر مسلمان فوجی شامل تھے دفن کرنے کے بعد یزید نے مزار کے ساتھ کفار کی بے ادبی کے خوف سے اس کو زمین کے برابر کرادیا، صبح کو رومیوں نے مسلمانوں سے پوچھا کہ رات آپ لوگ کچھ مصروف نظر آتے تھے، بات کیا تھی، مسلمانوں نے کہا کہ ہمارے پیغمبرؐ کے ایک بڑے جلیل القدر دوست نے وفات پائی، ان کے دفن میں مشغول تھے لیکن جہاں ہم نے دفن کیا ہے تمہیں معلوم ہے، اگر مزار کے ساتھ کوئی گستاخی تمہاری طرف سے روا رکھی گئی تو یاد رکھو اسلام کی وسیع سلطنت میں کہیں ناقوس نہ بج سکے گا، چنانچہ آپ کا مزار محفوظ رہا۔ آپ کی وفات ۵۲ھ میں ہوئی، جبکہ قسطنطنیہ کی فتح سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں آٹھ صدیوں بعد فتح ہوا تو یہ اس وقت بھی محفوظ و مامون تھا۔ روایات میں ہے کہ اس تمام عرصے میں بھی یہ مزار مرجع خلائق رہا۔ مسلمان بھی زیارت کیلئے آتے رہے اور رومی بھی حل مشکلات کیلئے یہاں آکر اپنے مذہب کے مطابق خدا سے مدد طلب کیا کرتے تھے۔ فتح کے بعد سلطان نے یہاں عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی، جو آج بھی اسی شان وشوکت سے قائم ہے۔ (جاری ہے)

ادارہ

افکار وتاثرات

حضرت مولانا سید سلمان ندوی مدظلہ۔مولانا محمد وہاب حقانی منگوری

حقانیوں کا حق ثابت ہوگیا

مفکر اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کے فرزند مولانا سید سلمان ندوی مدظلہ کی
تحریک طالبان افغانستان کے فتح کابل کے موقع پر دارالعلوم حقانیہ کے نام تہنیتی پیغام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! طالبان مجاہدین کی فتح مبارک ہو۔حقانیوں کا حق ثابت ہوگیا۔اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔والسلام: (ڈاکٹر علامہ) سید سلمان ندوی (ساؤتھ افریقہ ڈربن)

جامعہ حقانیہ میں تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے قیام سے مسرت اور خوشی

محترم المقام مخدوم زادہ حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب زید مجدکم

سلام مسنون! ماہنامہ "الحق" موصول ہوا،فقیر کی کتاب "شاہ ولی اللہ کا نظریہ انقلاب وسیاست" پر تبصرہ سے خوشی ہوئی، بہت شاکر ہوں،لیکن سب سے پہلے جب اداریہ کو ملاحظہ کیا اور "تخصص فی الدعوۃ والارشاد" کے قیام اور تفصیلات سے آگاہی ہوئی تو مسرت اور خوشی کے فرط سے انتہائی محظوظ ہوا اور بالخصوص اپنے برادر عزیز کے سدید فکر اور خاندانی روایات کے مطابق دارالعلوم کے روز افزوں ترقیوں کے لئے تگ ودو نے دارالعلوم اور مادر علمی کے مستقبل کے حوالے سے بہت خدشات کا ازالہ کیا،اللہ کریم حضرت شیخ الحدیثؒ کے خانوادہ کے ایک ایک فرد اور ایک ایک متعلق کو دارین کی سعادتوں سے نوازے۔حضرت سیدی واستادی ووالدی مکرم حضرت شہیدؒ کا انداز فکر کا نتیجہ ہی یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ آپ قدیم علوم اور درس نظامی کو اصل اور ماخذ کا درجہ دیتے اور وقت اور دور کے تقاضوں کے مطابق اس کی تطبیق اور جدید چیلنجوں کیلئے راہ بنانے کے حامی تھے،آپ کا انداز فکر ہرگز ایسا نہیں تھا کہ قدیم کو چھوڑو اور جدید میں مغز کھپائی کی جائے اور دارالعلوم کی ترقی کا راز اور اعتماد ووثوق کی بنیاد ہی یہی چیز ہے،شکر ہے کہ انہی خطوط پر ہمارے مخدوم زادے گامزن ہیں،اللھم زدفزد، بہرحال دارالعلوم کے ایک ادنیٰ فرزند کی طرف سے ہزارہا مبارکباد کو شرف قبولیت سے نوازے،ہمیں بروقت خبر نہیں تھی ورنہ ضرور حاضری دیتے،اللہ ہماری دعائیں دارالعلوم ،ابنائے دارالعلوم اور خانوادہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے حق میں قبول فرمائے ،آمین خویدکم:(مولانا مفتی) محمد وہاب حقانی منگوری

رئیس دارالافتاء واستاد الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ الحکومیہ سیدو شریف سوات

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات

۲ راگست: وفاق المدارس العربیہ پاکستان صوبہ سندھ کے ناظم اعلیٰ اور جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا امداد اللہ یوسفزئی حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کے لئے دارالعلوم تشریف لائے۔ حالات حاضرہ اور وفاق المدارس کے بعض امور پر تبادلہ خیال کیا۔

۲۶ راگست: حضرت مہتمم صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لے گئے، حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی مدظلہ کے اصرار پر دورہ حدیث کے طلباء کو اجازت حدیث دی اور مختصر خطاب و دعا فرمائی اور بروز جمعہ جامع مسجد حسن میں بیان فرمایا اور نماز جمعہ پڑھائی۔

نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۲۶ جولائی: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نائب مہتمم جامعہ حقانیہ ضلع نوشہرہ کی معروف روحانی شخصیت پیر رحمت کریم صاحب ڈاگ اسماعیل خیل کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے، حضرت پیر صاحبؒ کے پسماندگان سے تعزیت کی۔

۲۸ رجولائی: عیدگاہ شریف راولپنڈی کے سجادہ نشین پیر نقیب الرحمٰن صاحب اور پیر حسان حبیب الرحمٰن صاحب کی میزبانی میں منعقدہ "اتحاد امت کانفرنس" میں شرکت اور خطاب فرمایا۔

۱۴ راگست: جمعیت علمائے اسلام اکوڑہ خٹک کے زیراہتمام یوم آزادی کے موقع پر "استحکام پاکستان ریلی" میں شرکت اور خطاب فرمایا۔

۱۶ راگست: طالبان افغانستان کی طویل جدوجہد اور اللہ کی نصرت سے پرامن طریقے سے دوبارہ افغانستان پر طالبان کی حکومت کی خوشی میں جامعہ حقانیہ کی کثیر طلباء نے جہاد افغانستان کے سرخیل شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی قبر پر حاضری دی اور شہید جہاد افغانستان حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دیرینہ خواب کی تکمیل پر اپنے شہید اور قائد استاد کو مبارکباد پیش کی۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ

کے دارالحدیث میں بعدازاں طلباء سے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نے خطاب فرمایا اور جہاد افغانستان کے مجاہدین ،محبین بالخصوص افغان ملت اور شہید جہاد افغانستان حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کوخراج تحسین پیش کیا۔شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے طالبان افغانستان اور افغان ملت کو مبارکباد پیش کی ۔مدیر ''الحق'' عم محترم حضرت مولانا راشدالحق ،مولانا سید یوسف شاہ،مولانا عرفان الحق ،مولانا لقمان الحق ،مولانا اسامہ سمیع اوردیگر اساتذہ نے بھی شرکت کی ۔اسی روز پشاور پریس کلب میں فتح مبین کانفرنس سے حضرت مولانا حامدالحق صاحب نے میڈیا سے خطاب فرمایااور صحافیوں کے سوالات کے جوابات دیے۔

۲۰راگست: جماعت اسلامی کے مرکزمنصورہ لاہور میں امیر جماعت اسلامی جناب سراج الحق صاحب سے حضرت مولانا حامدالحق صاحب مدظلہ نے ملاقات کی اور افغان طالبان وملت کے ساتھ ہرطرح کے تعاون کےعزم کا اظہار کیا۔

۲۱راگست: افغان طالبان کی فتح کے تناظر میں جمیعت علمائے اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس کا انعقادمرکزی امیر مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی زیرصدارت لاہور میں ہوا۔جس میں ملک بھر سے اراکین شوریٰ نے شرکت کی۔مقررین نے اپنے خطاب میں افغان ملت کو مبارکباد پیش کی ، مولانا حامدالحق حقانی نے اقوام عالم سے مطالبہ کیا کہ اگروہ افغانستان کی سرزمین میں امن پسند کرتے ہیں تو انہیں افغانستان کی حکومت کوتسلیم کرنا چاہیے۔اسی روز لاہور پریس کلب میں پریس کانفرنس اور فتح مبین کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس سے مولانا حامد الحق حقانی نے خطاب فرمایا اور صحافیوں سے گفتگو کی ۔کانفرنس کو ملک کے الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا میں پذیرائی ملی۔

☆ جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحیم اشرفی مدظلہ سے وفد کے ہمراہ ملاقات کی اور افغان صورتحال پرمشاورت فرمائی۔

☆ جماعت اسلامی کے نائب امیر جناب لیاقت بلوچ صاحب ،پاکستان علماء کونسل کے چیئرمین حافظ طاہرمحمود اشرفی اور روزنامہ ''پاکستان'' اخبار کے مالک ومعروف صحافی جناب مجیب الرحمٰن شامی صاحب سے لاہور میں ملاقاتیں کیں اور افغانستان کی حالیہ صورتحال پرمشاورت کی۔

۱۷راگست: پاکستان علماء کونسل کے چیئرمین حافظ طاہرمحمود اشرفی صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی صاحب ،مولانا راشدالحق صاحب اورمولانا

سید یوسف شاہ صاحب سے ملاقاتیں کیں۔

وفیات:

۶ رجولائی: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان مجلّہ "الحق" کے ناظم حاجی نثار محمد صاحب کے جنازہ کے لئے شیدو تشریف لے گئے جہاں انہوں نے نماز جنازہ پڑھایا اور ورثا سے تعزیت کی اور حاجی نثار محمد مرحوم کی خدمات کو سراہا۔

۱۲ راگست: علاقہ خٹک کی مشہور سیاسی وسماجی شخصیت حاجی حسین احمد خٹک مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے، مرحوم کے آباؤاجداد کا شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے عقیدت کے تعلق کے ساتھ ساتھ خاندان حقانی سے رشتے میں بھی جڑے۔ مرحوم حضرت مہتمم صاحب کے داماد مولانا ثاقب کے والدگرامی تھے، ان کی اولاد بھی اپنے بزرگوں کی راہ پر عمل پیرا ہے۔ ان کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں سیاسی وسماجی اور مذہبی شخصیات نے شرکت۔

۱۲ راگست: مولانا قاری احسان الحق صاحب کی اہلیہ مرحومہ پچھلے دنوں انتقال کر گئیں، مہتمم و نائب مہتمم صاحبان نے جنازہ میں شرکت کی اور تعزیتی خطاب فرمایا۔ مرحومہ حضرت مہتمم صاحب کے داماد مولانا حافظ محمود الحسن (نائب مہتمم جامعہ احسانیہ وزیر گڑھی) کی والدہ تھیں۔

۲۵ راگست: جامعہ حقانیہ کے قدیم رکن مجلس شوریٰ اور بانی جامع شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے قریبی ساتھی علاقہ ٹل سے تعلق رکھنے والا حاجی صاحب شاہ مرحوم جن کا جامعہ حقانیہ سے پچاس سالہ تعلق رہا، پورا خاندان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا انتہائی معتقد ومحبّ ہے، یہ اس خاندان کے آخری بزرگ تھے جو کافی عرصہ سے صاحب فراش تھے انتقال فرما گئے، ان کا جنازہ جامعہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ نے پڑھایا۔

ضلع نوشہرہ کی معروف روحانی شخصیت پیر رحمت کریم صاحب کی وفات پر حضرت مہتمم صاحب و نائب مہتمم صاحب نے ان کے جنازہ میں شرکت کی اور پسماندگان و متعلقین سے تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین سے ان کے رفع درجات اور ایصال ثواب کے لئے درخواست ہے۔

جناب محمد ادریس خٹک کی چچازاد بہن اور لائق شاہ کی بیٹی کا حضرت مہتمم صاحب نے نکاح پڑھایا۔

مولانا محمد اسلام حقانی

تعارف وتبصرہ کتب

- نورانی دعائیں مع اسمائے حسنیٰ تالیف: مولانا محمد سلیم دھورات

مترجم: مولانا محمد قاسم حقانی ضخامت: ۴۰ صفحات ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم دھورات صاحب عصر حاضر کے بلند پایہ علمی شخصیت ہیں، دیار ظلمت میں دین کے مختلف شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور لوگوں کو دینی تعلیمات سے منور کررہے ہیں، قلم وقرطاس کے ذریعے بھی نئی نسل کو اسلام سے روشناس کرارہے ہیں، وہاں کئی اداروں کے سرپرست اور انگریزی زبان کے مجلہ ماہنامہ ''ریاض الجنۃ'' کے مدیر بھی ہیں۔

زیر تبصرہ کتابچہ ''نورانی دعائیں مع اسمائے حسنیٰ'' موصوف کی تالیف ہے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مبارک اسماء کے ساتھ مناسبت رکھنے والی دعا یا حمد کا جملہ ملالیا ہے، البتہ یہ تمام دعائیں غیر مترجم تھیں، اردو دان طبقہ کی سہولت کی خاطر استاد محترم مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کے فرزند ارجمند رفیق محترم مولانا محمد قاسم حقانی نے اس کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کی سعادت حاصل کی، اپنے موضوع کے لحاظ سے بہترین مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء پڑھنے والوں کیلئے برکات کا ذریعہ ہے، اس مبارک مجموعہ کو اپنے یومیہ معمولات میں شامل کرکے خوب دل لگا کر پڑھنے سے ہر طبقہ کے افراد مستفیض ہوسکتے ہیں۔

- التوضیح الشافی اردو شرح متن الکافی مؤلف: مولانا محمد فضل عظیم اسعد حقانی

ضخامت: ۳۷۲ صفحات ناشر: مکتبہ اسعدیہ نزد اسعد دارالعلوم معیار خوڑ جندول دیر پائیں۔ 03068080044

عربی زبان کی اہمیت کسی ذی شعور سے مخفی نہیں، اسی وجہ سے ہمارے دینی مدارس میں اس زبان میں مہارت اور پختگی پیدا کرنے کیلئے ادب عربی کے تقریبا تمام اصناف پڑھائے جاتے، جس میں علم عروض اور علم قافیہ بھی قابل ذکر ہے اور اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، علم عروض ایک ایسے علم کا نام ہے جس کے ذریعے کسی شعر کے وزن کی صحت دریافت کی جاتی ہے اور یہ جانچا جاتا ہے کہ یہ کلام موزوں ہے یا ناموزوں؟ یہ علم ایک طرح سے منظوم کلام کی کسوٹی ہے، دیگر علوم ادب کی طرح اس علم

کے بھی کچھ قواعد و ضوابط ہیں جن کی پاسداری کرنا کلام موزوں کہنے کیلئے لازم ہے، اس علم کے ذریعے کسی بھی کلام کی بحر بھی متعین کی جاتی ہے، اسی طرح علم القافیہ ایک ایسا علم ہے جس میں شعر کی قافیہ سے آگاہی ہوتی ہے، ان دو علوم پر اہل علم نے کافی کام کیا ہے اور بہت ساری کتابیں لکھی ہے، ہمارے دینی مدارس میں اس حوالے سے ایک کتاب درجہ سادسہ کی نصاب میں شامل ہے جس کا نام ہے الکافی فی علمی العروض و القوافی جو متن الکافی کے نام سے ہمارے ہاں مشہور اور متداول ہے جو ایک ٹھوس متن اور کافی مشکل اور ادق کتاب ہے، علما نے اس کی تشریح میں کافی شروحات اور تسہیلات مختلف زبانوں میں لکھی ہے اور ہر ایک نے اپنے ذوق اور علمیت کے مطابق اس پر خامہ فرسائی کی ہے، اب تک اس پر اہل علم لکھ رہے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''التوضیح الشافی اردو شرح متن الکافی'' بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں شارح موصوف نے اردو زبان میں علم عروض وقوافی کی مشکل ترین مسائل کو آسان فہم زبان، عمدہ انداز اور خوش اسلوبی سے حل کر کے پیش کیا ہے، یہ ایک ایسا شرح ہے جس سے بآسانی طلبہ استفادہ کر کے اپنی ادبی استعداد کو پروان چڑھا سکتے ہیں، مؤلف موصوف جامعہ دار العلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، جید مدرس، محقق عالم دین ہیں، تدریس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ذوق تحقیق وتصنیف سے بھی خوب نوازا ہے، اب تک ان کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ اور زیر تصنیف پچاس کی قریب تصنیفات ہیں، متن الکافی کا یہ شرح بھی ان کی گراں قدر تصنیف ہے، طلبہ اور اساتذہ کیلئے قیمتی سوغات اور انمول تحفہ سے کم نہیں۔

- إمعان النظر فی علوم السور (قرآنی سورتوں کے علوم)　تصنیف: مولانا مفتی ذبیح اللہ مجددی
  ضخامت: ۳۲۰ صفحات　　ناشر: مکتبہ عمر فاروق محلہ جنگی پشاور

قرآن کریم ایک ایسی مقدس کتاب ہے جو پوری انسانیت کیلئے رشد و ہدایت کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب ہدایت میں انسانوں کے تمام مسائل کو بیان کیا، قرآن کریم کے علوم ومعارف، حکم وعبر اور موضوعات لامتناہی ہے، اس کا ہر سورت سینکڑوں موضوعات اور درجنوں مباحث پر مشتمل ہے، مختلف اہل علم نے اس حوالے سے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے، اس سلسلہ میں مولانا مفتی ذبیح اللہ مجددی کی کتاب بھی اردو زبان میں ایک اہم کاوش ہے، مولانا مفتی ذبیح اللہ مجددی ضلع صوابی مانکی کے ایک روحانی وعلمی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، صوابی کی قدیم ترین دینی درسگاہ جامعہ دار العلوم مجددیہ مانکی کے مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ تصنیف و

تالیف سے بھی شغف اور دلچسپی رکھتے ہیں، اس سلسلہ میں ان کی یہ کاوش ان کا نقش اول ہے جو ان کی دلچسپی اور پاکیزہ ذوق کا ایک نادر نمونہ ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب إمعان النظر فی علوم السور ایک گرانقدر تحقیقی شہ کار، اردو زبان میں اس موضوع پر جامع کتاب اور ایک مفید اضافہ ہے، کتاب دو حصوں پر مشتمل ہیں، پہلا حصہ ایک وقیع علمی مقدمہ پر مشتمل ہے جسے فاضل محقق نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی سے مرتب کرکے علم المناسبۃ و الربط، علم المقاصد اور علم الاسماء کے بکھرے ہوئے مسائل اور مباحث کو بڑی مہارت سے ایک لڑی میں پرویا ہے، مختصر مگر جامع یہ مقدمہ خاصے کی چیز ہے جو مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا حصہ تمام علوم کو سورتوں میں عملی طور پر نشان زد کرکے دکھایا گیا ہے جس سے سورت کا ماقبل سے ربط، خلاصہ مضامین، سورتوں کے اسماء اور مکی و مدنی ہونے کی تحقیق، اس کے علاوہ دیگر علمی مباحث پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، علم تفسیر سے مناسبت اور دلچسپی رکھنے والوں کیلئے ایک گراں قدر قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے، اللہ مصنف کی اس کاوش اور نقش اول کو قبول فرمائے۔ (آمین)

- چمنستان آسان ترجمہ وشرح گلستان   مؤلف: مولانا مفتی عبدالرزاق حقانی

ضخامت: ۳۱۶ صفحات   ناشر: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

فارسی زبان کی اہمیت اہل علم سے مخفی نہیں، اگر چہ اب فارسی زبان کی طرف اہل علم کی توجہ نہ ہونے کے برابر ہے تاہم اس میں ہمارے اسلاف کا اتنا علمی ذخیرہ موجود ہے کہ جن کا احاطہ کرنا ناممکن نہ ہو تو مشکل ضرور ہے، فارسی ادبیات میں شیخ سعدی رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب ''گلستان'' کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ہمارے ہاں مدارس کے نصاب میں شامل درس ہے، اس کی ہر زبان میں ترجمے اور تشریحات علماء نے لکھی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ''چمنستان اسان ترجمہ وشرح گلستان'' بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں شارح موصوف نے عام فہم انداز میں اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ دلنشین انداز میں تشریح بھی کی ہے اور کتاب میں مذکور حکایات سے مستفاد مقاصد کو بھی سادہ اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، بہت ساری خصوصیات کی حامل یہ شرح طلبہ کیلئے نہایت مفید ہے، اللہ تعالیٰ شارح کی اس کوشش اور کاوش شرف قبولیت سے نوازے (آمین)